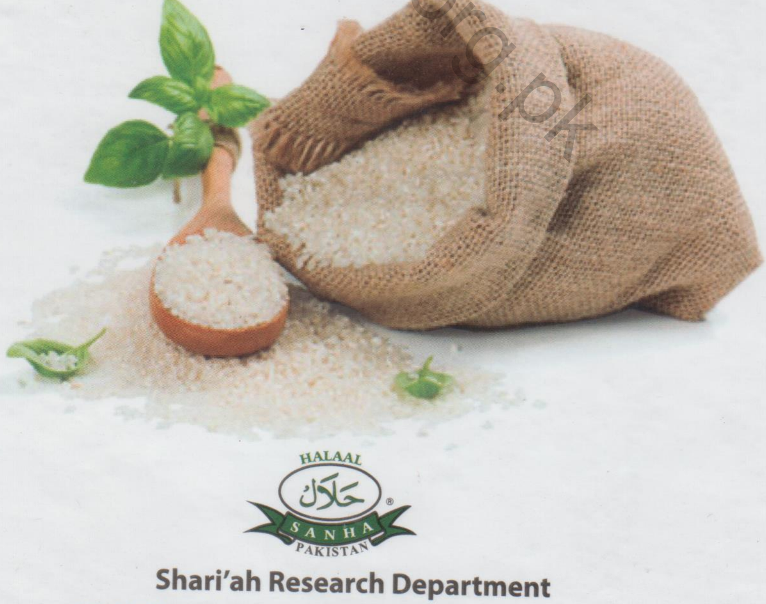
شرعی غذائی احکام

The Dietary Laws of the Sharī'ah

مؤلف

مفتی شعیب عالم



HALAAL حلال SANHA PAKISTAN

Shari'ah Research Department

SANHA Halal Associates Pakistan (Pvt) Ltd.

شرعی غذائی احکام

مؤلف

مفتی شعیب عالم

مکتبۃ السنان

کتاب کا نام : شرعی غذائی احکام

مؤلف کا نام : مفتی شعیب عالم

استاذ و مفتی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ڈائریکٹر و شریعہ ایڈوائزر :

(SANHA HALAL ASSOCIATES PAKISTAN) PVT LTD

پہلا ایڈیشن : جمادی الاولیٰ 1440ھ / جنوری 2019ء

ناشر : SANHA HALAL ASSOCIATES PAKISTAN (PVT) Ltd.

برائے رابطہ : (021) 3529 5263

ای میل : mufti@sanha.org.pk

فہرست مضامین

عرضِ مؤلف

ایک جان دار جو کچھ کھاتا اور پیتا ہے اسے غذا کہتے ہیں۔غذا ہر حیوان اور انسان کی ضرورت ہے کیونکہ اس سے جسم کو قوت اور طاقت ملتی ہے ،بدن کی نشوونما اور ترقی ہوتی ہے اوراسی سے صحت اور تندرستی برقرار رہتی ہے۔غذائی ماہرین صرف غذا نہیں بلکہ متوازن غذاپر زور دیتے ہیں۔ متوازن غذاوہ ہے کہ جس میں تمام ضروری غذائی اجزاء مخصوص مقدار میں شامل ہوں،اگر غذا ان ضروری عناصر سے خالی ہو تو وہ ناقص اور غیر متوازن ہے اور غیر متوازن غذا سے انسان جلد صحت کی نعمت کھودیتا ہے اور مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔توازن بایں معنی کہ اس سے صحت برقراراور بیماری دور رہتی ہے،شریعت کو بھی مطلوب ہے کیونکہ توازن اور اعتدال تو ہر شے میں ضروری ہے تو جس سے قیام صحت اور بقائے حیات ہواس میں توازن شریعت کو مطلوب کیوں نہ ہوگا، مگر ایک مسلمان کو غذا کے متوازن ہونے سے پہلے اس کے حلال ہونے کا خیال رکھنا ضروری ہے کیونکہ غذا اگرچہ ضرورت ہے مگر مسلمان اس ضرورت کو پورا کرنے میں شریعت کا پابند ہے اوراس پابندی کی وجہ سے وہ صرف شرعی معیار پر پوری اترنی والی اشیاء کو ہی اپنی غذا کا حصہ بنا سکتا ہے۔ شریعت کا یہ حکم بھی اس کے عام احکام کی طرح انسان کی بھلائی اور بہتری کے لیے ہے کیونکہ اگر غذا حلال ہے تو وہ صحت بخش ہے اور صحت ہے تو صلاحیت ہے بلکہ صالحیت کے پیدا ہونے میں بھی حلال غذا کا بڑا دخل ہے۔اگر غذا حلال اور طیب نہیں ہے تو وہ صرف انسان کے ذہنی اور جسمانی صحت کے

لیے نقصان دہ نہیں ہے بلکہ اس کی روح اور اخلاق کے لیے بھی قاتل ہے۔ بہر حال غذائی ضرورت کو پورا کرنا بھی ضروری ہے مگر شرعی غذائی احکام کی رعایت اس سے زیادہ لازم ہے۔ شرعی غذائی احکام کا بیان ہی اس کتاب کا موضوع ہے مگراس سے مراد حفظان صحت کے شرعی اصول یاغذااور صحت یامختلف اشیاء میں موجود غذائیت یاغذائی ضروریات نہیں ہے بلکہ غذا کے حلال یاحرام ہونے کے احکام ہیں۔احکام کے بیان میں بھی اصل ہدف یہ ہے کہ شریعت کے بنیادی غذائی احکام کا تعارف حاصل ہو جائے،اس کے ساتھ یہ مقصد بھی پیش نظر ہے کہ فوڈانڈسٹری، ماہرین غذا، فقہ کے طلبہ اور عام فقہ اسلامی سے دلچسپی رکھنے والوں کے سامنے وہ احکام واضح ہو جائیں جن کو سامنے رکھ کر کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔آج کل چونکہ حلال وحرام کے متعلق ریاستی سطح پر قانون سازی بھی ہو رہی ہے اس لیے ابتدائی فصلوں میں کچھ ایسے مباحث آگئے ہیں جن کی حیثیت قانون سازی کے پیشگی اصولوں کی ہے اور قانون سازی کے وقت انہیں مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ گوشت اور اس سے متعلقہ مسائل سے زیادہ تعرض نہیں کیا گیا ہے کیونکہ طویل اور کثیر ہونے کی وجہ سے انہیں ایک مستقل تالیف میں بیان کرنا زیادہ مناسب ہے۔اس سے پہلے اس کتاب کے کچھ مباحث کاادارہ سنحا کی طرف سے انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے،اب اس کتاب میں زیادہ جامعیت، تفصیل اور تحقیق کے ساتھ وہ مباحث آگئے ہیں۔ کتاب کی تیاری میں حوالہ جات کے حوالے سے مفتی فضل مولیٰ کا تعاون حاصل رہا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں

تحقیق و تخریج کا اچھا ملکہ عنایت فرمایا ہے بندہ ان کا ممنون و مشکور ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس حقیر کاوش کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ وصلی اللہ علی النبی الکریم۔

شعیب عالم

استاذ و مفتی جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

7 جمادی الاولیٰ 1440ھ

فصل اوّل :...... عمومی احکام

(1) شریعت اور غذائی ضرورت

زراعت، تجارت، صنعت و حرفت اور ملازمت وغیرہ تمام معاشی سرگرمیوں سے مال کا حصول مقصود ہوتا ہے، مال بھی بذات خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس سے مقصود ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے، ضروریات کی تکمیل سے مقصود زندگی ہوتی ہے مگر زندگی سے مقصود کیا ہے؟ شریعت کی نظر میں زندگی کا مقصد بندگی ہے۔اس اصول کی رو سے غذا مقصد نہیں بلکہ ضرورت ہے اوراس ضرورت کا مقصد زندگی ہےاور زندگی کا مقصد بندگی ہے جب کہ بندگی شرعی احکام کی تعمیل میں ہے، اس لیے شرعی احکام کی تعمیل کسی غذائی ضرورت کی تکمیل پر مقدم ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنسَ إِلاَّ لِيَعْبُدُون.“[1]

ترجمہ: ...اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ [2]

---

1) (الذاريات:56).

2) فتح محمد جالندھری، ص:717، ط: فاران فاؤنڈیشن، اشاعت: جنوری: 2011، محرم الحرام: 1432، لاھور، پاکستان.

___ أن الله تعالى حكم ببقاء العالم إلى قيام الساعة، وهذا البقاء إنما يكون ببقاء الجنس وبقاء النفس، فبقاء الجنس بالتناسل- وبقاء النفس إلى أجله إنما يقوم بما تقوم به المصالح للمعيشة وذلك بالمال، وما يحتاج إليه كل واحد لكفايته لا يكون حاصلا في يده وإنما يتمكن من تحصيله بالمال، فشرع سبب اكتساب المال... ولان الله تعالى جعل الدنيا دار محنة وابتلاء، كما قال تعالى: (إنا خلقنا الانسان من نطفة أمشاج نبتليه) والانسان الذي هو مقصود غير مخلوق في الدنيا لنيل اللذات وقضاء الشهوات بل للعبادة التي هي عمل بخلاف هوى النفس، قال الله تعالى: (وما خلقت الجن والانس إلا ليعبدون) فعرفنا أن ما جعل لنا في الدنيا من اقتضاء الشهوات بالاكل وغير ذلك ليس لعين اقتضاء الشهوة بل لحكم آخر وهو تعلق البقاء المقدور بتعاطيها... (اصول السرخسى شمس الدين أبو بكر محمد بن أبي سهل السرخسي، فصل: في بيان أسباب الشرائع: 110/1، ط/دار الكتاب العلمية بيروت لبنان، الطبعة الاولى 1414 هـ- 1993 م).

___ ويقدم حفظ الدين من الضروريات على ما عداه عند المعارضة لأنه المقصود الأعظم قال تعالى: (وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون) وغيره مقصود من أجله. (التقرير والتحرير لابن امير الحاج الباب الخامس في القياس، فصل في العلة، فصل قسم الشافعية القياس باعتبار القوة: 308/3- ط/دار الفكر، بيروت، 1417هـ-1996م).

___ وإذا تعارضت بعض الخمس الضرورية قدمت الدينية على الأربع الأخر، لأنها المقصود الأعظم. (التحبير شرح التحرير: علاء الدين أبي الحسن علي بن سليمان المرداوي الحنبلي المتوفى: 885 هباب ترتيب الأدلة والتعادل والتعارض والترجيح: 4249/8- ط/مكتبة الرشد، الرياض، 1421هـ- 2000م).

جب شریعت ضرورت پر مقدم ہے تو خواہش پر بھی مقدم ہے کیونکہ خواہش کادرجہ ضرورت سے کم تر ہے۔ضروریات اور خواہشات کے متعلق شریعت کامزاج یہ ہے کہ وہ ضروریات کو محدود اور خواہشات کواپنے تابع بنالیناچاہتی ہے:

"وضع الشريعة على ان تكون اهواء النفوس تابعة لمقصود الشارع فيها."[1]

یعنی شریعت اس لیے دی گئی ہے تاکہ لوگوں کی نفسانی خواہشات مقاصد شریعت کے تابع ہو جائیں۔

ایک دوسرے مقام پر امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

"فإن التكليف إخراج للمكلف عن هوى نفسه"[2]

ترجمہ:...انسان کو مکلف بنانے کا مقصد اسے خواہشات نفسانی سے نکالنا ہے۔

ان عبارات سے واضح ہے کہ شریعت تو خواہشات کی غلامی سے انسان کو آزاد کرتی ہے مگر آج کی دنیا انسانی خواہشات کو ابھارتی، بڑھاتی اور بڑھکاتی ہے بلکہ نئی نئی خواہشات تراشتی ہے،اس کا نتیجہ ہے کہ انسان نے خواہشات کی بندگی اختیار کرلی ہے اور خواہشات نے معبود کا مسند سنبھال لیا ہے:

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ[3]

---

1) الموافقات: إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الغرناطي الشهير بالشاطبي (المتوفى: 790هـ) القسم الثاني: خطاب الوضع،النوع الخامس في العزائم والرخص: 516/1-ط/ دار ابن عفان،الطبعة الأولى: 1417هـ/ 1997م).
2) القسم الأول: مقاصد الشارع،النوع الثالث:في بيان قصد الشارع :290/2. ط/ دار ابن عفان،الطبعة الأولى: 1417هـ/ 1997م).
3) (الفرقان: 43).

ترجمہ:...اے پیغمبر! آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔[1]

نفسانی خواہشات سے نکالنا اس لیے ضروری ہے کہ صحیح معنی میں اگر کوئی چیز شریعت کے مقابل اور حریف ہے تو وہ یہی خواہش نفس ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے خواہش پرستی کو وحی الٰہی کی ضد قرار دیا ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ.[2]

ترجمہ:...اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔[3]

اس آیت میں دو چیزوں کو باہم متضاد بیان کیا گیا ہے۔ایک وحی جو شریعت کا نام ہے اور دوسری خواہش نفس جو کہ شریعت کی ضد ہے۔اس کے علاوہ کوئی تیسری چیز نہیں ہے۔

---

1) (بیان القرآن،حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ،میر محمد کتب خانہ، کراچی).

ـــــ قوله عز وجل: أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ قال ابن عباس: اتخذ دينه ما يهواه فلا يهوى شيئا إلا ركبه لأنه لا يؤمن بالله ولا يخافه ولا يحرم ما حرم الله.(تفسير الخازن،علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم البغدادي الشهير بالخازن:124/4- سورة الجاثية:23- ط/ دار الكتب العلمية- بيروت،الطبعة: الأولى- 1415ه).

ـــــ عن راشد بن سعد عن أبي أمامة قال : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : ما تحت ظل السماء من إله يعبد من دون الله أعظم عند الله من هوى متبع.(المعجم الكبير للطبراني: 103/8 رقم الحديث: 7502-ط/ مكتبة العلوم والحكم – الموصل الطبعة الثانية، 1404–1983).

2) (النجم:٣).

3) فتح محمد جالندھری، ص: 722، ط: فاران فاؤنڈیشن، اشاعت: جنوری: 2011، محرم الحرام: 1432،لاھور، پاکستان.

(2)ضرورت اور عبادت

غذا ضرورت ہے اور شریعت کا مقصد اس ضرورت سے روکنا نہیں ہے بلکہ ضرورت کو عبادت بنانا ہے۔اس لیے جو شخص شرعی غذائی اصولوں کی پابندی کرتا ہے وہ اپنی ضرورت بھی پوری کرتا ہے اور عبادت کا اجر وثواب بھی سمیٹ لیتا ہے یہی وجہ ہے کہ غذا کے حصول کو عبادت اور اس کے استعمال کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عمر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

"... .فالمؤمن يؤجر على كل حال حتى اللقمة يرفعها إلى فيه."[1]

ترجمہ:... مومن کو ہر حالت میں اجر ملتا ہے یہاں تک کہ جو لقمہ اپنے منہ تک لے جاتا ہے اس پر بھی اسے ثواب ملتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"أيما رجل كسب مالا من حلال فأطعم نفسه أو كساها فمن دونه من خلق الله فإن له بها زكاة."[2]

1) شعب الايمان للبيهقي: الثالث و الثلاثون من شعب الإيمان و هو باب في تعديد نعم الله عز وجل:116/4-رقم الحديث:4485- ط/ دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى،1410ھ)

2) صحيح ابن حبان: كتاب الرضاع،باب النفقة، ذكر كتبة الله جل وعلا الصدقة للمنفق على نفسه وأهله وغيرهم:48/10رقم الحديث: 4236. ط/ مؤسسة الرسالة -بيروت، الطبعة الثانية،1414-1993م).

ترجمہ:... جس شخص نے بھی حلال مال کمایا اور پھر اپنی ذات کو کھلایا یا اپنے سوا خدا کی مخلوق میں سے کسی کو پہنایا تو اس کے لیے صدقہ ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے جب ایک شخص نے سوال کیا کہ ایمان کے بعد افضل عمل کون سا ہے تو جواب دیا کہ نماز اور روٹی کھانا، اس شخص نے حیرت سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ روٹی نہ ہوتی تو اللہ تعالی کی عبادت نہ ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ کھانے سے کمر سیدھی ہوتی ہے تو طاعت کی طاقت بھی مل جاتی ہے۔[1]

فقہاء کرام لکھتے ہیں:

"یأثم بترك الأكل مع القدرة علیه حتی یموت."[2]

ترجمہ:... کھانے پر قدرت کے باوجود اگر نہ کھائے اور مر جائے تو گناہ گار ہوگا۔

(الأكل فرض مقدار ما یدفع الهلاك عن نفسه)... الفرض بقدر ما يندفع به الهلاك ويمكن معه الصلاة قائما اه فتنبه.[3]

---

1) وقال أبو ذر رضي الله عنه حين سأله رجل عن أفضل الأعمال بعد الإيمان، فقال: الصلاة، وأكل الخبز، فنظر إليه الرجل كالمتعجب، فقال: لولا الخبز ما عبد الله تعالى يعني بأكل الخبز يقيم صلبه فيمكن من إقامة الطاعة (الكسب للامام محمد الشيباني، ص:62- الناشر عبد الهادي حرصوني -سنة النشر 1400 ه).

2) رد المحتار على الدر المختار: شرح تنوير الابصار محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252ھ) كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع: 389/6، ط/سعید).

3) الدر المختار شرح تنوير الأبصار، محمد علاء الدين بن علي الحصكفي (المتوفى:1088ھ)، ط/سعید، 1386ھ.338/6.

ترجمہ:...اتنی مقدار کھانا فرض ہے جس سے اپنے آپ کو ہلاکت سے بچا سکے فرض درجہ اتنی مقدار کھانا ہے جس سے ہلاکت سے بچ جائے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن ہو سکے۔

"فإن ترك الأكل والشرب حتى هلك فقد عصى لأن فيه إلقاء النفس إلى التهلكة وإنه منهي عنه في محكم التنزيل اه بخلاف من امتنع عن التداوي حتى مات إذ لا يتيقن بأنه يشفيه كما في الملتقى وشرحه"(1)

ترجمہ:...اگر کھانا پینا چھوڑے رکھا یہاں تک کہ مر گیا تو گناہگار ہوا کیونکہ نہ کھانا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے جس کی قرآن کریم میں ممانعت ہے، اس کے برعکس اگر علاج سے اجتناب کیا اور مر گیا تو گناہ گار نہ ہوا کیونکہ علاج کے ذریعے شفایابی یقینی نہیں ہے۔

(3) شریعت اور فطرت کی موافقت

شرعی غذائی احکام کی تعمیل انسان کے لیے مشکل بھی نہیں ہے کیونکہ یہ احکام فطرت پر مبنی ہیں اور شریعت اور فطرت میں موافقت ہے جب کہ غیر اسلامی قوانین طبیعت پر مبنی ہوتے ہیں اور طبیعت اور قانون میں ناموافقت ہوتی ہے۔ قانون پابندی چاہتا ہے جب کہ طبیعت سہولت پسند، سرکش اور آزادی کی دل دادہ ہوتی ہے، اس وجہ

---

1) رد المحتار علی الدر المختار، محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252ھ) كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع: 338/6-ط/سعيد).

سے قانون اور طبیعت میں ایک جنگ اور دائمی کش مکش جاری رہتی ہے۔ شریعت اس عیب سے پاک ہے کیونکہ شریعت فطرت کے موافق ہے اور فطرت شریعت کے خلاف بغاوت نہیں کرتی بلکہ اس پر عمل کے لیے ایک داخلی محرک کی خدمت انجام دیتی ہے۔[1]

1) عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أتيت بالبراق وهو دابة أبيض طويل فوق الحمار ودون البغل يضع حافره عند منتهى طرفه قال فركبته حتى أتيت بيت المقدس قال فربطته بالحلقة التي يربط به الأنبياء قال ثم دخلت المسجد فصليت فيه ركعتين ثم خرجت فجاءني جبريل عليه السلام بإناء من خمر وإناء من لبن فاخترت اللبن فقال جبريل صلى الله عليه وسلم اخترت الفطرة ... (صحيح مسلم: أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ): كتاب الايمان، باب الإسراء برسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إلى السماوات: 91/1.ط/قديمي).

ـــــ "اخترت الفطرة" بعض هذه المعانى -الإسلام أو الاستقامة أو الحنيفية. أو يكون- أيضاً- لما كان اللبن كله حلالاً فى هذه الشريعة والخمر كله حراماً فعدَل عمَّا حُرّم فيها إلى ما أحِلَّ فيها. (اكمال المعلم بفوائد مسلم: عياض بن موسى بن عياض بن عمرون اليحصبي السبتي، أبو الفضل (المتوفى: 544 هـ) كتاب الايمان، باب الإسراء برسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إلى السماوات، حديث ذكر الاسراء: 501/1.ط/دار الوفاء للطباعة والنشر والتوزيع، مصر، الطبعة: الأولى، 1419هـ-1998م).

ـــــ (فجاءنى جبريل باناء من خمر واناء من لبن) ..... وقوله (اخترت الفطرة) فسروا الفطرة هنا بالاسلام والاستقامة ومعناه والله أعلم اخترت علامة الاسلام والاستقامة وجعل اللبن علامة لكونه سهلا طيبا طاهرا سائغا للشاربين سليم العاقبة وأما الخمر فانها أم الخبائث وجالبة لأنواع من الشر فى الحال والمآل . والله أعلم . (شرح النووي على مسلم: أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: 676هـ) الناشر: دار إحياء التراث العربي-بيروت الطبعة: الثانية، 1392 كتاب الايمان، باب الإسراء برسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إلى السماوات: 91/1.ط/قديمي.

(4)ضرورت کے وقت رخصت

انسان کی غذائی ضرورت کا شریعت کو اس قدر لحاظ ہے کہ جب شریعت اور بندے کی ضرورت میں تصادم کی صورت بنتی ہے تو شریعت بندے کی ضرورت کو فوقیت دیتی ہے چنانچہ اگر کچھ میسر نہ ہو اور بھوک سے جان جانے کا خوف ہو تو بقدر ضرورت مردار کھانے کی اجازت ہے، نہ صرف اجازت ہے بلکہ کھانا لازم ہے کیونکہ کھانا صرف اس کی طبعی ضرورت نہیں بلکہ شرعی ضرورت بھی ہے اور کھانے سے پرہیز کی وجہ سے جہاں وہ طبعی ضرورت کا گلہ گھونٹتا ہے وہاں شریعت کے خلاف بھی بغاوت کرتا ہے۔(1)

---

1) قال الله تعالى: (فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ باغٍ وَلا عادٍ فَلا إِثْمَ عَلَيْهِ... فاقتضى ذلك وجود الإباحة بوجود الضرورة في كل حال وجدت الضرورة فيها(أحكام القرآن للجصاص: باب ذكر الضرورة المبيحة لأكل الميتة، تحت الآية: فمن اضطر غير باغ ولا عاد: 156/1 ط: دار احياء التراث العربي).

ـــــ عن سمرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، أنه أتاه رجل من الأعراب يستفتيه في الذي يحرم عليه، والذي يحل له،... فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''يحل لك الطيبات، ويحرم عليك الخبائث، إلا أن تفتقر إلى طعام لا يحل لك فتأكل منه حتى تستغني عنه''. (المعجم الكبير للطبرانی:257/7- سمرة بن جندب الفزاري، رقم الحديث:7046 - ط/ مكتبة العلوم والحكم - الموصل،الطبعة الثانية، 1404-1983م).

ـــــ (حل) الفعل بل فرض (فإن صبر فقتل أثم) و في الرد: قوله (أثم) لأن إهلاك النفس أو العضو بالامتناع عن المباح حرام زيلعي(الدر المختار مع رد المحتار: محمد أمين بن عمر ابن عابدين،(المتوفى:1252ھ) كتاب الإكراه، مطلب بيع المكره فاسد وزوائده مضمونة بالتعدي: 134/6-ط: سعيد).

ضرورت کے ساتھ لطیف جذبات کی رعایت

غذا اسان کی ضرورت ہے مگر اسانی طبیعت چاہتی ہے کہ غذا لذیذ اور مریدار ہو، پانی میٹھا اور خوش گوار ہو کیونکہ وہ ضرورت کے ساتھ اپنے فطری دواعی کی بھی تسکین چاہتا ہے۔ شریعت نے اسان کے فطری دواعی اور لطیف جدبات کا پورا حیال رکھا ہے اور ماکولات و مشروبات میں سے صرف لذید، نفیس اور مرغوب اشیاء کو حلال کیا ہے، چنانچہ غذائی مواد میں جو طیب ہے وہ حلال ہے اور جو خبیث ہے وہ حرام ہے۔ ارساد باری تعالی ہے:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ (1)

طیب کا وصف ہر چیز میں اس کی نوعیت کے مطابق ہوتا ہے، اس لیے طیب کا معنی اپنے موصوف کی مناسبت سے بدلتا رہتا ہے مثلا جب زمین کے ساتھ بطور صفت کے طیب کا لفظ بڑھا دیا جائے اور "أرض طيبة" کا کہا جائے تو معنی قابل کاشت اور زرخیز زمین ہوتا ہے، جب یہ عورت کی صفت کے طور پر استعمال ہو تو مطلب پاکباز اور پاک

1) [الأعراف: 197] یہی مضمون امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت سمرہ بن جندب کی روایت سے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے: عن سمرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، أنه أتاه رجل من الأعراب يستفتيه في الذي يحرم عليه, والذي يحل له،... فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يحل لك الطيبات، ويحرم عليك الخبائث"... (المعجم الكبير للطبراني: 257/7- سمرة بن جندب الفزاري، رقم الحديث: 7046- ط/ مكتبة العلوم والحكم–الموصل، الطبعة الثانية، 1404 –1983م).

دامن عورت ہوتا ہے۔"ریح طیب" ملائم ہوا کو کہتے ہیں اور "طعام طیب" کا مطلب ہے عمدہ اور مرغوب غذا۔در حقیقت "طیب" وہ چیز ہے جس سے انسان کے حواس اور نفس لذت محسوس کرے اسی وجہ سے پاک کرنے کو "استطابہ" کہا جاتا ہے، کیونکہ پاک کرنا کسی چیز سے دلچسپی کا سبب بن جاتا ہے۔[1]

مفردات القرآن میں امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ "اصل میں طیب اسے کہا جاتا ہے جس سے انسان کے حواس بھی لذت یاب ہوں اور نفس بھی":

"وأصل الطيب ماتستلذه الحواس وماتستلذه النفس"[2]

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ طیب وہ ہے کہ جو فی نفسہ بھی لذید و مرغوب ہو اور بدن اور عقل کے لیے ضرر رساں بھی نہ ہو:

"طيبًا،أي:مستطابًا في نفسه غير ضار للأبدان ولا للعقول"[3]

تفسیر بغوی میں طیب کی تفسیر میں ایک قول میں مرغوب اور لذید ہونا اور ایک

1) (طيب) الطيب على بناء فعل والطيب نعت وفي الصحاح الطيب خلاف الخبيث قال ابن بري الأمر كما ذكر إلا أنه قد تتسع معانيه فيقال أرض طيبة للتي تصلح للنبات وريح طيبة إذا كانت لينة ليست بشديدة وطعمة طيبة إذا كانت حلالا وامرأة طيبة إذا كانت حصانا عفيفة... وطعام طيب للذي يستلذ الآكل طعمه...(لسان العرب، محمد بن مكرم بن علی، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الأنصاري الرويفعى الإفريقى (المتوفى: 711ھ) حرف الباء، طيب: 563/1-ط:دار صادر).

2) (مفردات القرآن للاصفهانی: أبو القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب الأصفهانی (المتوفى: 502ھ) كتاب الطاء،ص:308).

3) (تفسير ابن كثير: ا بوالفداء اسماعيل بن عمر بن كثير (المتوفى :774ھ):478/1، 479-ط/دار طيبة،الطبعة: الثانية 1420ھ-1999 م).

قول کے مطابق پاک ہونا لکھا ہے:

"طيبا، قيل: ما يستطاب ويستلذ، والمسلم يستطيب الحلال ويعاف الحرام،وقيل الطيب الطاهر"[1]

مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"طیب کے معنی ہیں پاکیزہ جس میں شرعی حلال ہونا بھی داخل ہے اور طبعی مرغوب ہونا بھی"۔[2]

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

"طیبات کے لغوی معنی ہیں پاکیزہ نفیس چیزیں، اور چونکہ شریعت اسلام میں جو چیزیں حرام کر دی گئی ہیں نہ وہ پاکیزہ ہیں نہ اہل عقل کے لئے نفیس و مرغوب، اس لئے طیبات سے مراد صرف حلال چیزیں ہیں جو ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے پاکیزہ و نفیس ہیں۔"[3]

شیخ علامہ عبدالغنی نابلسیؒ تو پوری وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ طیبات

---

1) (تفسير البغوى: محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي (المتوفى: 510ھ)،: 18/1-ط: دار طيبة للنشر والتوزيع،الطبعة: الرابعة، 1417ھ-1997م).
____ (معارف القرآن:مفتی محمد شفیع دیوبندی،: 411/1-مطبوعه:ادارة المعارف کراچی، طبع جدید: 1429ھ=2008م).
2) معارف القرآن: مفتی محمد شفیع دیوبندی،: 411/1-مطبوعه: ادارة المعارف کراچی، طبع جدید: 1429ھ=2008م).
3) معارف القرآن: مفتى محمد شفيع ديوبندى،: 315/6. -سورة المؤمنون- ط/ادارة المعارف).

لذیذ چیزوں کو کہتے ہیں، طبیعتوں کو جن کی چاہت ہو اور قلوب کو جس کی طرف میلان ہو:

"الطيبات: أي: اللذيذات التي تشتيها النفوس وتميل إليها القلوب."[1]

امام عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام السلمی لکھتے ہیں:

"كذلك الطيب اللذيذ والخبيث المستكره."[2]

طیب کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ یہ بڑا جامع لفظ ہے اور اس کے معانی مختلف ہیں مثلاً صاف وستھرا، پاکیزہ، اچھا اور عمدہ، خوشگوار، خوش ذائقہ، نفیس، بہترین، حیات افزا، صحت بخش، فائدہ مند وغیرہ۔ دین اسلام چونکہ انسان کی دنیوی فلاح اور اخروی نجاح دونوں ہی کے لیے آیا ہے اس لیے طیبات کے ذریعے وہ انسانی جسم اور روح دونوں ہی کی مفید نمو و ترقی چاہتا ہے کیونکہ عمدہ اور مفید غذا ہی صحت بخش ہوتی ہے اور پاکیزہ غذا سے ہی پاکیزہ اخلاق پروان چڑھتے ہیں۔

طیب کے مقابلے میں قرآن کریم میں جابجا "خبیث" کا لفظ آیا ہے۔ خبیث مضر اور قابل نفرت کو کہتے ہیں۔ مندرجہ بالا آیات کے تحت مفتی شفیع علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"لغت میں طیبات صاف ستھری اور مرغوب چیزوں کو کہا جاتا ہے اور خبائث

---

1) الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية للعلامة النابلسي: 191/2، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد).

2) الإمام في بيان أدلة الأحكام: أبو محمد عز الدين عبد العزيز بن عبد السلام بن أبي القاسم بن الحسن السلمي الدمشقي، الملقب بسلطان العلماء (المتوفى: 660هـ)، الفصل التاسع في ضروب من المجاز، ص: 258-ط/ دار البشائر الإسلامية، 1407هـ-1987م).

اس کے بالمقابل گندی اور قابل نفرت چیزوں کے لئے بولا جاتا ہے۔
اس لئے آیت کے اس جملہ نے یہ بتلا دیا کہ جتنی چیزیں صاف ستھری، مفید اور پاکیزہ ہیں وہ انسانوں کے لیے حلال کی گئیں اور جو گندی قابل نفرت اور مضر ہیں وہ حرام کی گئی ہیں۔"[1]

جیسا کہ ذکر ہوا کہ طیب کی ضد خبیث ہے اور خبیث ناپاک، مضر اور قابل نفرت چیزوں کو کہتے ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ طیب کے لفظ میں انسانی ضرورت کے ساتھ اس کی فطرت کی بھی رعایت ہے کیونکہ خبیث صرف ناپاک چیزوں کو نہیں کہتے ہیں بلکہ جو ردی اور خسیس ہونے کی وجہ سے بری معلوم ہوں ان کو بھی خبیث کہا جاتا ہے۔[2]

---

1) (معارف القرآن:مفتی محمدشفیع دیوبندی،:43/3.سورة المائدة:5ط/ادارة المعارف).
2) قوله صلى الله عليه و سلم من أكل من هذه الشجرة الخبيثة) سماها خبيثة لقبح رائحتها قال أهل اللغة الخبيث في كلام العرب المكروه من قول أو فعل أو مال أو طعام أو شراب أو شخص (شرح النووي على مسلم : كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب نهي من أكل ثوما أو بصلا...: 209/1.ط/دار إحياء التراث العربي—بيروت، الطبعة الثانية، 1392).
—— الخبيث في الأصل : الرديء من كل شيء . وخبث الفضة، والحديد : ما نفاه الكير عنه ، ثم استعير في الحرام وفي الشرير ، ونحو ذلك . وضد الخبيث : الطيب .(نزهة الأعين النواظر في علم الوجوه والنظائر لابن الجوزى: كتاب الخاء ، باب الخبيث والطيب،ص:270 - ط/ مؤسسة الرسالة - لبنان / بيروت - 1404ھ - 1984 م،الطبعة: الأولى).

(5) مقاصد شریعت سے رہنمائی

شرعی احکام کے پس پشت مصلحت کا فلسفہ کارفرما ہوتا ہے:

"يستحيل أن لا تشتمل عليه ملة من الملل وشريعة من الشرائع"[1]

ترجمہ:... یہ ناممکن ہے کہ کوئی ملت یا شریعت ان سے خالی ہو۔

"وقد قالوا: إنها مراعاة في كل ملة."[2]

ترجمہ:... علماء فرماتے ہیں کہ ہر ملت میں ان کی رعایت رکھی جاتی ہے۔

مصلحت کو حکم کی اساس کہا جائے جیسا کہ اصولیین کہتے ہیں یا خود حکم کو مصلحت کہا جائے جیسا کہ فقہاء قرار دیتے ہیں یا حکم کے اثر اور نتیجے کو مصلحت سمجھا جائے جیسا کہ اسرر شریعت کو بیان کرنے والے بلند پایہ مسلمان مفکرین لکھتے ہیں، سب کا قدر مشترک یہ ہے کہ مصلحت مقاصد شریعت کی حفاظت کا نام ہے۔ مقاصد شریعت پانچ ہیں: تحفظ دین، تحفظ جان، تحفظ عقل، تحفظ نسل اور تحفظ مال۔ ان کو مقاصد خمسہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ جو عمل ان کی حفاظت و رعایت کرے یا ان کو قوت و تقویت دے وہ مصلحت ہے اور جس سے ان کا ضیاع یا نقصان لازم آتا ہے وہ مفسدہ ہے۔[3]

---

1) المستصفى في علم الأصول ـ للامام ابى حامد الغزالى (المتوفى: 505ھ) (417/1) ط الرسالة - الطبعة: الأولى، 1417ھ/1997م.

2) الموافقات، للشاطبى، القسم الأول، النوع الأول 20/2 ط: دار ابن عفان).

3) ومقصود الشرع من الخلق خمسة وهو أن يحفظ عليهم دينهم ونفسهم وعقلهم ونسلهم وماهم فكل ما يتضمن حفظ هذه الأصول الخمسة فهو مصلحة وكل ما يفوت هذه=

مقاصد شریعت کے تحت:

1) غذائی مصنوعات میں ہر وہ چیز قابل حصول ہو گی جوان مقاصد کا تحفظ کرتی ہو اور جو چیز ان مقاصد کو مجروح کرتی ہو وہ ناقابل قبول ہو گی۔

2) ان مقاصد کے تحفظ اور ان میں ترقی کی خاطر صرف وہی اشیاء حلال اور ان ہی کی درآمد برآمد کی اجازت اور ان ہی کو بنانے، پھیلانے اور استعمال کی اجازت ہو گی جو ان مقاصد کا تحفظ کرتی ہو۔

3) ماکولات اور مشروبات کے متعلق احکام کی علتیں، مصلحتیں اور حکمتیں تلاش کرنے میں ان سے رہنمائی لی جائے گی۔

4) نئے حالات، جدید چیلنجز، انڈسٹری کی مشکلات کے حل، حلال سے وابستہ تمام اسٹیک ہولڈرز کے حقوق وذمہ داریوں کی رعایت، جدید ٹیکنالوجی سے استفادہ کی حدود، حلال نظام کے لیے قانون سازی، آیندہ کے لیے منصوبہ بندی اور حلال مارکیٹنگ کے مسائل کے حل کے لیے انہیں زیر غور لایا جائے گا۔

=الأصول فهو مفسدة ودفعها مصلحة - المستصفى في علم الأصول ـ للامام ابی حامد الغزالی (المتوفى: 505هـ) (417/1) ط الرسالة- الطبعة: الأولى، 1417هـ/ 1997م

ـــــ أما التي في محل الضرورة فهي التي تتضمن حفظ مقصود من المقاصد الخمسة وهی حفظ النفس والمال والنسب والدين والعقل.(المحصول للرازي:الباب الاول، الفصل الثالث في بيان علية الوصف بالمناسبة..المسألة الثانية:220/5.ط/ جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية—الرياض، الطبعة الأولى، 1400هـ).

مگران تمام امور میں خود مقاصد شریعت سے رہنمائی کے لیے شرط ہوگا کہ :

1) مقاصد شریعت کا صحیح اور عمیق فہم حاصل ہو اور اس کے ساتھ صالح عمل اور درست فکر کے حامل ہوں اور مقاصد شریعت کے اسلامی اور غیر اسلامی معیارات، خصائص و امتیازات، جوہری اختلافات اور جداگانہ تقاضوں سے خوب واقف ہوں۔

2) حالات و مسائل کے درست تجزیہ کی صلاحیت ہو۔

3) ان مقاصد کی روشنی میں مجوزہ حل کے ممکنہ عواقب و نتائج پر نظر ہو۔

4) متوقع فائدہ کے حصول یا ممکنہ نقصان سے بچاؤ کا طریقہ خود ساختہ نہ ہو بلکہ حدود شریعت کے اندر رہو۔

(6) علت اور حکمت

حکم شرعی کسی علت پر مبنی ہوتا ہے مگر ہماری عقل کی کبھی اس طرف رسائی ہو جاتی ہے اور کبھی وہ قاصر رہتی ہے۔ علت کے ساتھ حکم حکمت پر بھی مشتمل ہوتا ہے جو علت کا اثر اور نتیجہ ہوتی ہے۔

حکم کی بنیاد علت ہوتی ہے اور حکمت خود حکم سے پیدا ہوتی ہے۔ جو مصلحت حکم کے ساتھ مذکور ہوتی ہے وہ کبھی علت اور کبھی حکمت ہوتی ہے۔ حکم کے لیے حکمت

یقینی ہے مگر جب وہ منصوص نہ ہو تو اس کے مخدوش ہونے کا ہر وقت امکان رہتا ہے اور جہاں حکمت منصوص ہو وہاں بھی وہ حکم کے لیے مدار نہیں ہوتی ہے بلکہ مدار علت ہی ہوا کرتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ ماکولات و مشروبات کے متعلق اگر احکام کو توسیع دینی ہو تو حکمت کی وجہ سے احکام کا دائرہ نہیں پھیلایا جائے گا بلکہ نص کو وسعت علت کی وجہ سے دی جائے گی کیونکہ قیاس کا رکن اور حکم کا مدار علت ہے حکمت نہیں البتہ جہاں کہیں حکمت کی طرف نص میں صراحت ہو یا اشارہ ہو تو اس کا قائل ہوا جائے گا اور اگر نص اس کے خلاف ہو تو وہ حکمت واجب الرد ہو گی اور اگر نص خاموش ہو تو اس میں دونوں پہلوؤں کی گنجائش ہو گی۔[1]

---

1) الأصل أنه يفرق بين علة الحكم وحكمته فإن علته موجبة وحكمته غير موجبة قال: من مسائله أن السفر علة القصر وحكمته المشقة ثم السفر يثبت القصر وإن لم يلحقه مشقة وعدم الحكمة لا يوجب عدم الحكم ووجود العلة أوجب وجود الحكم... (أصول البزدوي - كنز الوصول الى معرفة الأصول، علي بن محمد البزدوي الحنفي 375/1 - مطبعة جاويد بريس - كراتشي)

ـــــ "والحكمة المجردة لا تعتبر في كل فرد لخفائها، وعدم انضباطها بل في الجنس فيضاف الحكم إلى وصف ظاهر منضبط يدور معها" أي: يدور الوصف مع الحكمة. "أو يغلب وجودها" أي: وجود الحكمة "عنده" (شرح التلويح على التوضيح لمتن التنقيح: سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني (المتوفى: 793هـ) الركن الرابع: في القياس، فصل: في تعريف العلة: 136/2 ط/دار الكتب العلمية بيروت - الطبعة الأولى 1416هـ - 1996 م).

ـــــ فالفرق بين حكمة الحكم وعلته هو أن حكمة الحكم هي الباعث على تشريعه والغاية المقصودة منه... وأما علة الحكم فهي الأمر الظاهر المنضبط الذي بني الحكم عليه وربط به وجودا وعدما... (علم اصول الفقه: سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني (المتوفى: 793هـ) القسم الأول: في الأدلة الشرعية، الدليل الرابع، القياس، ص: 64 - ط/ مكتبة الدعوة).=

(7) جزئی احکام کی رعایت

ماکولات مشروبات کے متعلق جو فروعات کتب میں مذکور ہیں ان کی رعایت بھی لازم ہے کیونکہ :

1) اصول وکلیات کی خارجی شکل ان ہی جزئیات سے متعین ہوتی ہے اور بسااوقات جزئیہ ہی کلیہ کی شکل میں وارد ہوتا ہے اور اس سے انحراف کلیہ کا انہدام ہوتا ہے۔

2) جزئیہ خاص حکم ہوتا ہے اور صریح ہوتا ہے جب کہ مقاصد شریعت قانون سازی کے پیشگی اصول ضرور ہیں مگر احکام پر مقدم نہیں ہیں۔

3) اصول کی اہمیت یہ ہے کہ ان کے بغیر جزئیات منتشر معلوم ہوتی ہیں اور ان کا ضبط مشکل ہوتا ہے مگر اصول کے لیے مواد جزئیات ہی ہوتی ہیں اور جزئیات ہی کے قدر مشترک کا نام اصول ہے۔ فقہ حنفی کے زیادہ تر اصول قانون استقراء کے مطابق اخذ کیے گیے ہیں جس میں جزئیات سے ایک اصول برآمد کر لیا جاتا ہے۔ مقاصد شریعت اس معنی میں اصول نہیں ہیں بلکہ یہ وہ پیشگی ہدایات ہیں جن کو مقننہ، قانون سازی کے وقت مد نظر رکھتی ہے مگر جب قانون بن جائے تو پھر قانون پر عمل درآمد ہی مقاصد شریعت کا حصول ہے۔

___ = نیز ملاحظہ کیجیے: فقہ حنفی کے اصول وضوابط، منتخب از مواعظ وملفوظات حکیم الامت حضرت تھانویؒ، مرتب: مولانا محمد زید مظاہری، ط: زمزم پبلشرز، کراچی، جون ۲۰۰۳۔

4) علاوہ ازیں اصول کی صحت کا علم جزئیات ہی سے ہوتا ہے،امام الحرمین الجوینی(ت:478)کا قول ہے کہ :

"التفاريع محنة الأصول:بها يتبين فسادها وسدادها".[1]

ترجمہ:... تفریعات اصول کے لیے کسوٹی ہوتی ہیں اور اسی سے اصول کی صحت اور عدم صحت معلوم ہوتی ہے۔

الاشباہ والنظائر کی شرح غمز عیون البصائر میں ہے کہ :

"لاعبرة بما في كتب الأصول إذا خالف ما ذكر في كتب الفروع".[2]

ترجمہ:... اصول کی کتابوں میں مذکور کسی امر کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگر وہ فروعات کی کتابوں میں ذکر کردہ کسی امر کے خلاف ہو۔

5) جزئیات وفروعات اس وجہ سے بھی اہمیت رکھتی ہیں کہ قانون شریعت (فقہ) دراصل فروعات ہی کا نام ہے اور ان فروعات کی فقہ اسلامی میں وہی اہمیت ہے جو ملکی اور انگریزی نظام قانون میں اعلی عدالتوں کی قائم کردہ نظائر کی ہوتی ہے۔

درج بالا نکات کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ مصلحت قرآن وسنت اور فقہ کی

---

1) نهاية المطلب في دراية المذهب : عبد الملك بن عبد الله بن يوسف بن محمد الجويني، أبو المعالي، ركن الدين، الملقب بإمام الحرمين (المتوفى: 478هـ) كتاب الرجعة:340/14، تحت رقم المسئلة:9335.ط/ دار المنهاج،الطبعة:الأولى،1428هـ-2007م).

2) غمزعيون الابصائرللحموي: أحمد بن محمد مكي، أبو العباس، شهاب الدين الحسيني الحموي الحنفي (المتوفى: 1098هـ)كتاب النكاح:5/2، تحت رقم الفقرة: 1139. ط/إدارة القرآن، كراتشي،الطبعة الثانية:1424هـ=2004م).

طرح کوئی مستقل شرعی دلیل نہیں ہے بلکہ اصل اور مستقل شرعی دلیل قرآن کریم ہے جس سے شریعت بنی ہے، پھر حدیث کا درجہ ہے جس سے شریعت کھلی ہے اور پھر فقہ کا مقام ہے جس سے شریعت پھیلی ہے اور جو قرآن وحدیث کی منضبط شکل کا نام ہے۔ لہذا اگر کوئی حکم قرآن وحدیث یا فقہ اسلامی سے ثابت ہو تو مصلحت یا مقاصد شریعت کی وجہ سے اسے نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔

فصل دوم :......ماکولات و مشروبات کی اقسام

(8) حلال و حرام

کھانے پینے کی اشیاء دو قسم پر ہیں:

حلال اور حرام۔

حلال کا لفظی معنی جائز، روا، مباح یا غیر ممنوع وغیرہ ہے۔ لفظ "حل" کے اصلی معنی گرہ کھولنے کے ہیں جو چیز انسان کے لئے حلال کر دی گئی گویا ایک گرہ کھول دی گئی اور پابندی ہٹا دی گئی۔ شریعت کی رو سے حلال وہ ہے جس کی اجازت ہو۔[1] اس معنی

1) والحِلُّ والحَلال والحِلال والحَلِيل: نَقِيض الحَرَامِ، حَلَّ يَحِلُّ حِلًّا وأَحَلَّه اللهُ وحَلَّله. (لسان العرب: محمد بن مكرم بن على، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الأنصاري الرويفعى الإفريقى (المتوفى: 711هـ) حرف اللام، فصل الحاء المهملة: 167/11-ط/ دار صادر- بيروت، الطبعة: الثالثة - 1414 هـ).=

میں مندوب، واجب اور فرض وغیرہ حلال کے تحت آتے ہیں، مباح بھی حلال ہوتا ہے مگر ہر حلال مباح نہیں ہوتا، اس لیے یہ ممکن ہے کہ کوئی شے حلال بھی ہو اور اس کے ساتھ مکروہ تنزیہی بھی ہو۔(1)

حلال کے مقابلے میں حرام ہے۔ حرام کا لغوی معنی ممنوع، محترم، محفوظ اور معزز وغیرہ ہے۔ حرام وہ ہے جس کی ممانعت ہو اور اس کا مرتکب عذاب وعقاب کا مستحق ہو، بعض کے نزدیک جس کا فاعل مذموم اور تارک ممدوح ہو وہ حرام ہے۔ جیسا کہ ذکر ہوا کہ حلال کے مقابل حرام ہے مگر بعض نے حلال کے بجائے مباح کو حرام کا مقابل قرار دیا ہے کیونکہ وہ زیادہ جامع ہے اور اس کے ضمن میں جائز بھی آجاتا ہے۔ حرام اگر قطعی ہو تو وہ فرض کے مقابلے میں ہے اور اس سے بچنا فرض اور ثواب کا کام ہے۔(2)

=الحلال : بالفتح هو في الشرع ما أباحه الكتاب والسنة بسبب جائز مباح. (كشاف اصطلاحات الفنون: محمد بن علي ابن القاضي محمد حامد بن محمّد صابر الفاروقي الحنفي التهانوي (المتوفى: بعد 1158هـ) حرف الحاء، الحلال:703/1-ط/ مكتبة لبنان ناشرون—بيروت،الطبعة: الأولى- 1996م).

1) ولا يلزم من عدم الحل الحرمة ولا كراهة التحريم لأن المكروه تنزيها كما في المنح مرجعه إلى ترك الأولى ولا تنافي الكراهة الحل لما في القهستاني عن خلع النهاية كل مباح حلال بلا عكس كالبيع عند النداء فإنه حلال غير مباح لأنه مكروه. رد المحتار على الدر المختار، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى: 1252هـ) كتاب الحظر والإباحة (338/6)،ط: سعيد).

2) والحرام يعاقب على فعله-(شرح التلويح على التوضيح لمتن التنقيح في أصول الفقه، سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني (المتوفى: 793هـ): أقسام الحرام:262/2.ط/ دار الكتب العلمية بيروت- الطبعة: الطبعة الأولى 1416هـ- 1996 م).=

حرام کے قریب مکروہ تحریمی ہے۔ مکروہ تحریمی بھی ممنوعات کی فہرست میں آتا ہے البتہ اس کی دلیل حرام کی طرح قوی نہیں ہوتی اس لیے اس کی ممانعت بھی حرام کے برابر نہیں ہوتی۔ مکروہ تحریمی کے مقابلے میں واجب ہے۔[1]

مکروہ تحریمی سے کم مکروہ تنزیہی ہوتا ہے۔ یہ بھی شریعت کو ناپسند ہوتا ہے مگر اتنا سخت ناپسند نہیں ہوتا کہ اس پر عذاب کی وعید ارشاد فرمائے۔

یہ حلال کے قریب ہوتا ہے، کرنے میں سرزنش نہیں اور چھوڑنے میں ادنی ثواب ملتا ہے، اس کے حلال کے قریب ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ حرام یا مکروہ تحریمی ہے بلکہ اس کا چھوڑنا اولیٰ ہوتا ہے، اس لیے اس کا ارتکاب خلاف اولی کہلاتا ہے۔[2] مستحب

=وأمّا على رأيهما فهو أنّ ما يكون تركه أولى من فعله فهو مع المنع عن الفعل حرام، وبدونه مكروه كراهة التنزيه إن كان إلى الحلّ أقرب، بمعنى أنّه لا يعاقب فاعله لكن يثاب تاركه أدنى ثواب، ومكروه كراهة التحريم إن كان إلى الحرام أقرب، بمعنى أنّ فاعله يستحق محذورا دون العقوبة بالنار. (كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم: محمد بن علي ابن القاضي محمد حامد بن محمّد صابر الفاروقي الحنفي التهانوي (المتوفى: بعد 1158هـ) حرف الحاء، الحكم: 700/1. ط/مكتبة لبنان ناشرون—بيروت، الطبعة: الأولى:-1996م).

1) تكلموا في معنى المكروه، والمروي عن محمد - رحمه الله تعالى - نصا أن كل مكروه حرام إلا أنه لما لم يجد فيه نصا قاطعا لم يطلق عليه لفظ الحرام، وعن أبي حنيفة وأبي يوسف - رحمهما الله تعالى - أنه إلى الحرام أقرب كذا في الهداية .وهو المختار، هكذا في شرح أبي المكارم .هذا هو المكروه كراهة تحريم، وأما المكروه كراهة تنزيه فإلى الحلال أقرب، كذا في شرح الوقاية. الفتاوى الهندية - كتاب الكراهية: (308/5) ط: رشيدية)

2) ثانيهما المكروه تنزيها ومرجعه إلى ما تركه أولى. حاشية رد المحتار على الدر المختار - محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى: 1252هـ) كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فروع مشى المصلي مستقبل القبلة هل تفسد صلاته: (639/1)، ط: دار سعيد). =

کا چھوڑنا بھی خلاف اولی ہوتا ہے مگر خلاف اولیٰ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکروہ تنزیہی بھی ہو۔(1)

خلاف اولیٰ کا استعمال ایسے افعال کے لیے ہوتا ہے جن کا نہ کرنا بہتر ہوتا ہے مگر کرلیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔اس مقصد کے لیے عام طور پر "لا باس" کی ترکیب استعمال کی جاتی ہے مگر کبھی اس ترکیب کو مستحب چھوڑنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔خلاف اولیٰ مستحب کے مقابل آتا ہے۔خود مستحب وہ ہوتا ہے جو شریعت کی نظر میں پسندیدہ ہو، اس کا کرنا ثواب کا کام ہو مگر چھوڑنے پر کچھ نہ ہو۔(2)

ـــــ=وأما المكروه كراهة تنزيه فإلى الحل أقرب اتفاقا.الدر المختار شرح تنوير الأبصار، محمد بن علي بن محمد بن عبد الرحمن الحنفي الحصكفي (المتوفى:1088هـ) كتاب الحظر والإباحة:(6/ 337)، ط: دار الفكر بيروت، الطبعة: الثانية، 1412هـ-1992م

ـــــ قوله (فإلى الحل أقرب) بمعنى أنه لا يعاقب فاعله أصلا لكن يثاب تاركه أدنى ثواب تلويح وظاهره أنه ليس من الحلال ولا يلزم من عدم الحل الحرمة ولا كراهة التحريم لأن المكروه تنزيها كما في المنح مرجعه إلى ترك الأولى.رد المحتار على الدر المختار-محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى: 1252هـ) كتاب الحظر والإباحة: (337/6)،ط:سعيد).

1) مطلب ترك المندوب هل يكره تنزيها وهل يفرق بين التنزيه وخلاف الأولى وهل يكره تنزيها في البحر لا ونازعه في النهر...قال ولا شك أن ترك المندوب خلاف الأولى اه... والظاهر تساويهما كما أشار إليه اللامشي اه...وقال في البحر هناك ولا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة إذ لا بد لها من دليل خاص اه أقول وهذا هو الظاهر إذ لا شبهة أن النوافل من الطاعات كالصلاة والصوم ونحوهما فعلها أولى من تركها بلا عارض ولا يقال إن تركها مكروه تنزيها وسيأتي تمامه إن شاء الله تعالى في مكروهات الصلاة- حاشية رد المحتار على الدر المختار محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى: 1252هـ) كتاب الطهارة، سنن الوضوء:-(123/1) ط:سعيد).

2) مطلب كلمة لا بأس قد تستعمل في المندوب...فيه إشارة إلى أن ذلك مندوب فكلمة لا بأس وإن كان الغالب استعمالها فيما تركه أولى لكنها قد تستعمل في المندوب كما صرح به=

مستحب کے لیے ضروری نہیں ہے کہ احادیث میں اس کا ذکر آیا ہو بلکہ سلف صالحین کے پسندیدہ اعمال کو بھی مستحب کہا جاتا ہے۔اسے مندوب بھی کہتے ہیں کیونکہ شریعت نے اس کی فضیلت کو بیان کیا ہے اور یہ اس معنی میں نفل کہلاتا ہے کہ اس کا کرنا فرائض سے زائد ہوتا ہے اور اسے تطوع اس حیثیت سے کہتے ہیں کہ انسان اسے رضاکارانہ انجام دیتا ہے۔ مرتبہ اور حکم کے لحاظ سے یہ سنن زوائد سے کم تر درجے کا ہوتا ہے اور اس کا کرنا ثواب کا کام اور چھوڑنے پر کچھ نہیں۔ (1)

مباح وہ ہوتا ہے جس کا کرنا اور چھوڑنا یکساں ہو، کرنے میں ثواب نہ ہو اور چھوڑنے پر عذاب یا عتاب نہ ہو یا جس کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہو۔ (2)

=في البحر من الجنائز والجهاد فافهم.رد المحتار على الدر المختار - محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى: 1252هـ) كتاب الطهارة، سنن الوضوء: - (119/1) ط:سعيد).

1) مطلب لا فرق بين المندوب والمستحب والنفل والتطوع قوله (ويسمى مندوبا وأدبا) زاد غيره ونفلا وتطوعا وقد جرى على ما عليه الأصوليون وهو المختار من عدم الفرق بين المستحب والمندوب والأدب كما في حاشية نوح أفندي على الدرر فيسمى مستحبا من حيث إن الشارع يحبه ويؤثره ومندوبا من حيث إنه بين ثوابه وفضيلته من ندب الميت وهو تعديد محاسنه ونفلا من حيث إنه زائد على الفرض والواجب ويزيد به الثواب وتطوعا من حيث إن فاعله يفعله تبرعا من غير أن يؤمر به حتما ا هـ من شرح الشيخ إسماعيل على البرجندي وقد يطلق عليه اسم السنة وصرح القهستاني بأنه دون سنن الزوائد قال في الإمداد وحكمة الثواب على الفعل وعدم اللوم على الترك اهـ.رد المحتار على الدر المختار - (123/1) والنفل ومنه المندوب يثاب فاعله ولا يسيء تاركه. . .فالنفل ما ورد به دليل ندب عموما أو خصوصا ولم يواظب عليه النبي ولذا كان دون سنة الزوائد كما صرح به في التنقيح.رد المختار على الدر المختار - محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي(المتوفى:1252هـ) كتاب الطهارة،سنن الوضوء:(103/1)ط:سعيد).

2) قوله (والمباح ما أجيز للمكلفين فعله وتركه) كذا في المنح والذي في الجوهرة ما خير المكلف بين فعله وتركه قوله (بلا استحقاق) استحقه استوجبه قاموس ويطلق على جزاء=

ان تمام میں سے فرض، واجب اور مستحب کے کرنے میں ثواب ہے اور حرام اور مکروہ تحریمی کے کرنے میں اور فرض اور واجب کے چھوڑنے میں گناہ ہے۔(1)

ان اصطلاحات کا حاصل یہ ہے کہ انسان کے کچھ افعال قابل مواخذہ اور کچھ ناقابل مواخذہ ہیں، دوسرے الفاظ میں انسانی افعال میں سے کچھ مفید اور کچھ مضر ہیں۔ مضر سے اس مقام پر مراد یہ ہے کہ جن میں ثواب نہ ہو خواہ عذاب ہو یا نہ ہو، یہی حلال و حرام کا مفہوم ہے۔ اس تفصیل سے غذائی مصنوعات کے بارے میں انسانی آزادی کی وسعت اور حدود معلوم ہو جاتی ہیں یا یوں کہہ لیں کہ خورد و نوش کی اشیاء کے بارے میں انسانی حقوق و فرائض کا علم ہو جاتا ہے۔

=العبد من ثواب أو عقاب أنه يستحقه بفضل الله وعدله قوله (نعم يحاسب عليه حسابا يسيرا) لا يقال إن ذلك عذاب بدليل ما ورد من نوقش الحساب عذب لأن المناقشة الاستقصاء في الحساب كما في القاموس. رد المختار على الدر المختار - محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى: 1252ھ) كتاب الحظر والإباحة: (336/6) ط: سعيد.

___ سنت، واجب اور فرض حلال کے تحت آتے ہیں اس لیے ان کی تعریفات کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، مستحب کا ذکر خلاف اولی اور کراہت تنزیہی کے فہم میں سہولت کے واسطے کے آگیا ورنہ ضرورت اس کی بھی نہ تھی۔

1) فاعلم أن ما يأتي به المكلف إما واجب أو مندوب أو مباح أو مكروه كراهة تنزيه أو مكروه كراهة تحريم أو حرام فهذه ستة ثم لكل واحد طرفان طرف الفعل وطرف الترك يعني عدم الفعل فصارت اثني عشر ففعل الواجب والمندوب مما يثاب عليه وفعل الحرام والمكروه تحريما وترك الواجب مما يعاقب عليه والباقي لا يثاب ولا يعاقب عليه. (شرح التلويح على التوضيح لمتن التنقيح في أصول الفقه سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني (المتوفى: 793ھ): 16/1. تعريف الفقه. ط/ دار الكتب العلمية بيروت - الطبعة: الطبعة الأولى 1416ھ - 1996م).

(9) حرام کی قسمیں

کوئی شے اگر اصلا اور ذاتا حرام نہ ہو بلکہ کسی خارجی سبب کے باعث حرام ہو مثلا شئے مسروقہ یا مغصوبہ تو وہ حرام لغیرہٖ ہے اور اگر شے کی ذات کی وجہ سے حرمت وارد ہوئی ہو تو وہ حرام لعینہٖ ہے، جیسے: خون، پیشاب وغیرہ، یہی دوسری قسم ہمارا موضوع ہے۔[1]

(10) حلال وحرام کے لیے تعبیرات

حلال وحرام کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کا شریعت نے حکم دیا ہو یا

جس کے لیے حلال یا اس کا ہم معنی صیغہ استعمال کیا ہو یا

جس کے لیے فرض یا واجب کا لفظ استعمال کیا ہو یا

اس کے حلال ہونے کی خبر دی ہو یا

جس کے متعلق ترغیب وارد ہو یا

1) والحرام يعاقب على فعله وهو إما حرام لعينه أي منشأ الحرمة عين ذلك الشيء كشرب الخمر وأكل الميتة ونحوهما وإما حرام لغيره كأكل مال الغير والحرمة هنا ملاقية لنفس الفعل لكن المحل قابل له.(شرح التلويح على التوضيح لمتن التنقيح في أصول الفقه سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني (المتوفى: 793هـ): أقسام الحرام:262/2.ط/ دار الكتب العلمية بيروت- الطبعة: الطبعة الأولى 1416هـ-1996م).

جس پر گناہ نہ ہونے کا بیان ہو یا

جو پہلے ممنوع ہو اور پھر اسے جائز قرار دے دیا گیا ہو یا

جس کے متعلق شریعت نے کوئی خاص خواہش ظاہر نہ کی ہو، وہ حلال ہے۔

حرمت اور کراہت کے لیے بھی کتاب وسنت میں مختلف تعبیرات استعمال ہوتی ہیں، مثلا:

1) حرام یا اس سے مشتق کوئی لفظ استعمال ہوا ہو۔[1]
2) حلال اور جائز نہ ہونے کی صراحت ہو۔[2]
3) نہی اور ممانعت کا صیغہ ہو۔[3]
4) کسی فعل کو گناہ قرار دیا گیا ہو۔[4]

---

1) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ﴾ الآية (المائدہ:3)

2) عن ابن عباس رضي الله عنهما: أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج على قوم قد نصبوا حماما حياوهم برمونه فقال: هذه المجثمة لا يحل أكلها.(المعجم الكبير للطبراني: 322/11 باب العين، أحاديث عبد الله بن العباس، رقم الحديث:11876.ط/مكتبة العلوم والحكم–الموصل، الطبعة الثانية، 1404–1983 م).

3) عن أبي ثعلبة الخشني قال أتيت النبي صلى الله عليه وسل..قال: قلت: يا رسول الله ما يحل لنا مما يحرم علينا؟ قال: لا تأكلوا لحوم الحمر الإنسية ولا كل ذي ناب من السباع.(مسند احمد أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: 241): 273/29، 274.رقم الحديث:17737.ط/ مؤسسة الرسالة،الطبعة:الثانية 1420ھ،1999م).

4) ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ، قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ، وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾(البقرہ:219) قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ(سورۃ الانعام:145).

5) صیغہ نہی کی بجائے صراحتاً نہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہو۔[1]
6) کسی فعل پر کفارہ واجب قرار دیا گیا ہو۔[2]
7) کسی فعل پر عذاب اخروی کی دھمکی دی گئی ہو۔[3]
8) کسی فعل پر حد شرعی مقرر کی گئی ہو۔[4]

---

1) عن أبي مسعود الأنصاري رضي الله عنه: «أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن ثمن الكلب، ومهر البغي، وحلوان الكاهن» (صحيح البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله البخاري الجعفي، كتاب البيوع، ثمن الكلب، 298/1-ط/قديمى). ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی کمائی سے منع کیا ہے۔
—— عن أنس بن مالك: أن منادي النبي صلى الله عليه وسلم نادى إن الله ورسوله ينهيانكم عن لحوم الحمر الأهلية فإنها رجس. (سنن ابن ماجه، ابن ماجه ابو عبدالله محمد بن يزيد القزويني (المتوفى ٢٧٣ھ)، ابواب النبائح، باب لحوم الحمر الاهلية، ص: 230 ط/قديمي).
—— عن أبي ثعلبة الخشني قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أكل كل ذي ناب من السباع. (مسند احمد أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: 241): 275/29. رقم الحديث: 17738. ط/ مؤسسة الرسالة، الطبعة: الثانية 1420ھ، 1999م).

2) لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (المائدة:89).

3) ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ﴾. (آل عمران: 56). ترجمہ: ”سو جو لوگ کافر ہوئے انہیں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا“۔

4) وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (المائدة: 38) الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (النور:2).

9) کوئی بھی ایسی تعبیر اختیار کی گئی ہو جو ممانعت اور اجتناب کو بتاتی ہو۔[1]

کسی تعبیر سے حرمت یا کراہت میں سے کیا مراد ہے۔راسخ علمائے کرام تعبیر وتشریح کے اصولوں سے کام لے کر اس کا تعین کرتے ہیں۔

(11) حلال وحرام کے متعلق کھود کرید

الف:...... مسلمان کو بحیثیت مسلمان محتاط زندگی گزارنی چاہیے، خصوصا غذائی مصنوعات میں بے احتیاطی اس کے دین اور صحت دونوں کے لیے سخت مضر ہے مگر زیادہ چھان پھٹک اور کھود کرید کی بھی ضرورت نہیں ہے۔اگر کوئی دلیل یا ظاہری علامت کسی چیز کی حرمت یا نجاست کے بارے میں موجود نہ ہو تو وہ چیز حلال ہی کہلائے گی۔

ب:...... حلال سے مراد یہ نہیں ہے کہ کوئی چیز حقیقت اور نفس الامر میں بھی حلال ہو بلکہ اس کا ہمارے علم ویقین کی رو سے حلال ہونا کافی ہے۔یہ تحقیق وتفتیش اور تلاش وجستجو کہ کوئی چیز حقیقت میں بھی حلال ہے یا نہیں، سخت حرج اور تنگی کی وجہ سے ہمارے ذمہ لازم نہیں ہے۔

ج:...... یہ جو کہا گیا کہ کوئی چیز ہمارے علم کے مطابق حلال ہو،اس کا

1) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدة:90).

مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس کا حرام یا ناپاک ہونا معلوم نہ ہو، یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمیں یہ علم ہونا ضروری ہے کہ وہ چیز حرام نہیں ہے۔اس اصول کی بنیاد اس امر پر ہے کہ اصل اشیاء میں حلت اور طہارت ہے۔آگے اس کا بیان آتا ہے۔ (1)

(12) تحریم حلال یا تحلیل حرام

حلال و حرام خالص خدائی منصب ہے۔شریعت کے علاوہ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال قرار دے۔ (2)

1) ما جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ.(الحج:78).

ـــــ وفی الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية، للعلامة النابلسي :لايلزمه السوال عن شی حتی يطلع علی حرمته ط:مكتبه نوريه رضويه فيصل آباد،738/2-ايضا: السوال عن حل شی من الماكولات اوغيرها قدم اليل أولا، وعن حرمته بان تقول هل هو حلال أو حرام، وعن طهارته وعن نجاسته بان تقول هل هو طاهر اونجس تورعا بلاريبة وامارة ظاهرة عنده من الخارج تدل علی الحرمة وتدل علی النجاسة كمن يريد ان يشتری شيئا من الماكولات اوغيرها فيسال مالكه هل هو حلال اوحرام و هو ای مالكه مستور ای غير ظاهر العدالة ولا الفسق كغالب الناس...اوياتيه بماء فی كوز وليس فيه علامة نجاسة ظاهرية فيسال عن طهارته فهذا اذی له وسوء ظن به اورياء اوعجب اوجهل تجسس وبدعة لانه امر لم يكن فی احد من السلف ولاورد عن الشارع فی شی فان المعهود فی الدين مماورد عن النبی ﷺ والصحابة والتابعين رضی الله عنهم اجمعين التدقيق فی امر الورع بالسوال فيما تظهر عليه علامات من الخارج تقتضی الحرمة والنجاسة لا متابعة مجرد مايقع فی النفس من الوسواس فی احوال الناس، الحديقة الندية للعلامة النابلسي، مكتبه نوريه،فيصل آباد353/2).

2) وأما تحريم الحلال وتحليل الحرام وما أشبهه فمن حق الله تعالی لأنه تشريع مبتدأ وإنشاء كلية شرعية ألزمها العباد، فليس لهم فيها تحكم؛ إذ ليس للعقول تحسين ولا تقبيح تحلل به أو تحرم؛ فهو مجرد تعد فيما ليس لغير الله فيه نصيب، فلذلك لم يكن لأحد فيه=

اگر کوئی حرام کو حلال کہتا ہے جب کہ:

1) وہ اپنے عقیدے میں بھی اسے حلال سمجھتا ہو، اور

2) حرام، حرام لعینہ ہو، اور

3) اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔[1]

لیکن اگر حرام دلیل قطعی سے ثابت نہ ہو جیسے مچھلی کے علاوہ دیگر سمندری مخلوقات، یا

حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو لیکن حرام، حرام لعینہ نہ ہو بلکہ لغیرہ ہو جیسے مال مسروقہ یا مغصوبہ، یا

حرام تو حرام لعینہ ہو مگر:

حلت کا عقیدہ نہ ہو بلکہ گمان ہو، یا حلال کہنے سے:

شے کی کھپت اور تجارت کا فروغ مقصد ہو، یا

=خيرة.(الموافقات للشاطبي: كتاب المقاصد، القسم الثاني مقصد المكلف:103/3.ط/ دار ابن عفان، الطبعة: الطبعة الأولى 1417هـ/ 1997م).

1) ...ولا بقوله لحرام هذا حلال من غير أن يعتقده فلا يكفر السوقي بقوله هذا حلال للحرام ترويجا لشرائه والأصل أن من اعتقد الحرام حلالا فإن كان حراما لغيره كمال الغير لا يكفر. وإن كان لعينه فإن كان دليله قطعيا كفر وإلا فلا وقيل التفصيل في العالم أما الجاهل فلا يفرق بين الحلال والحرام لعينه ولغيره وإنما الفرق في حقه إنما كان قطعيا كفر به وإلا فلا فيكفر إذا قال الخمر ليس بحرام وقيده بعضهم بما إذا كان يعلم حرمتها لا بقوله حرام ولكن ليست هذه التي تزعمون أنها حرام ويكفر من قال إن حرمة الخمر لم تثبت بالقرآن.(البحر الرائق: زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ) كتاب السير، باب أحكام المرتدين :122/5، 123.ط/سعيد).

حرام کی حرمت سے واقف نہ ہو، یا
حکم کو اپنی سستی اور بدعملی کی وجہ سے معمولی
اور ہلکا سمجھا ہو، مگر استہزاء اور تمسخر مقصود نہ ہو
تو وہ گناہ گار ضرور ہے مگر کافر نہیں ہے۔[1]

---

1) ليس حكم الفرض لزوم الكفر بتركه وإلا كان كل تارك لفرض كافرا وإنما حكمه لزوم الكفر بجحده بلا شبهة دارئة اهـ ملخصا أي والاستخفاف في حكم الجحود---أقول وهذا مؤيد لما بحثه في الحلية لكن بعد اعتبار كونه مستخفا ومستهينا بالدين كما علمت من كلام الخانية وهو بمعنى الاستهزاء والسخرية به أما لو كان بمعنى عد ذلك الفعل خفيفا وهينا من غير استهزاء ولا سخرية بل لمجرد الكسل أو الجهل فينبغي أن لا يكون كفرا عند الكل تأمل: رد المختار على الدر المختار، محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252هـ)، كتاب الطهارة: (24/4) - ط: سعيد).

ـــــ ومنها أن من اعتقد الحرام حلالا أو على القلب يكفر أما لو قال لحرام هذا حلال لتزويج السلعة أو بحكم الجهل لا يكون كفرا. لسان الحكام في معرفة الأحكام، إبراهيم بن أبي اليمن محمد الحنفي: (ص: 415)، ط: البابي الحلبي – القاهرة، الطبعة: الثانية، 1393 – 1973).

ـــــ من اعتقد الحرام حلالا أو على القلب يكفر إذا كان حراما لعينه وثبتت حرمته بدليل مقطوع به، أما إذا كان حراما لغيره بدليل مقطوع به أو حراما لعينه بأخبار الآحاد لا يكفر إذا اعتقده حلالا اهـ. البحر الرائق شرح كنز الدقائق، زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ)، كتاب الطهارة، باب الحيض: (207/1) ط: دار المعرفة.

ـــــ ثم اعلم أن مسائلهم هنا تدل على أن من استحل ما حرمه الله على وجه الظن لا يكفر، وإنما يكفر إذا اعتقد الحرام حلالا لا إذا ظنه حلالا. الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) محمد علاء الدين بن علي الحصكفي (المتوفى: 1088هـ)، ط/سعيد، 1386هـ) كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه: (297/1) (24/4، ط: سعيد).

ـــــ قال في البحر عن الخلاصة: من اعتقد الحرام حلالا أو على القلب يكفر إذا كان حراما لعينه وثبتت حرمته بدليل قطعي. أما إذا كان حراما لغيره بدليل قطعي أو حراما لعينه =

جو حکم حرام کو حلال کہنے کا ہے وہی حلال کو حرام کہنے کا بھی ہے چنانچہ اگر حلال ایسا ہے جس کا ثبوت شک وشبہ سے بالا ہے اور اس کا معنی صاف اور واضح بھی ہے، حلال ایسا ہے کہ بذات خود حلال ہے کسی عارضی وجہ سے حلال نہیں ہوا ہے اور کہنے والے کو اس کے حرام ہونے کا صرف شک وشبہ نہیں بلکہ عقیدہ رکھتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن اگر حلال کے حرام ہونے کا محض گمان ہے عقیدہ نہیں ہے یاعقیدہ بھی ہے مگر وہ حلال فی نفسہ حلال نہیں ہے یا فی نفسہ بھی حلال ہے مگر اس کا حلال ہونا شک وشبہ سے بالاتر دلیل سے ثابت نہیں ہے یا دلیل بھی یقینی اور قطعی ہے لیکن دلیل اس مطلب ومفہوم میں دوٹوک اور واضح نہیں ہے بلکہ اس میں کسی اور معنی ومفہوم کی بھی معقول گنجائش ہے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہے۔

جس طرح درج بالا مفہوم میں حلال کو حرام قرار دینا یا حرام کو حلال قرار دینا جائز نہیں ہے اسی طرح حرام کا حلال نام رکھنا یا حلال کو حرام سے موسوم کرنا بھی جائز نہیں ہے البتہ کوئی پروڈکٹ حلال ہے یا حرام، اس کا مدار الفاظ اور تعبیرات پر نہیں ہے بلکہ شے کی حقیقت پر ہے۔ اگر کوئی شے حلال ہے تو وہ حلال ہی رہے گی، اگرچہ اسے حرام

=بإخبار الآحاد لا يكفر إذا اعتقده حلالا. اه ومثله في شرح العقائد النسفية الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252هـ) كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه: (٤/ ٢٤، ط: سعيد).

ـــ مطلب إذا استحل المحرم على وجه الظن لا يكفر كما لو ظن علم الغيب وعلم من مسائلهم هنا أن من استحل ما حرمه الله تعالى على وجه الظن لا يكفر، وإنما يكفر إذا اعتقد الحرام حلالا. الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252هـ) كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه: (4/ 223) ط: سعيد).

نام سے موسوم کیا جائے اور اگر کوئی شے حرام ہے تو نام بدلنے سے یا حلال نام رکھنے سے وہ حلال نہیں ہو جائے گی۔[1]

اگر کوئی شخص کسی غذائی مصنوع کو حلال یا حرام قرار دے اور نہ ہی اسے خلاف حقیقت نام سے موسوم کرے بلکہ اپنی ذات پر ایک حلال پروڈکٹ کو حرام قرار دے یا اس کا برعکس کرے تو اس کا تعلق غذائی احکام سے نہیں، اس لیے ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

1) تسمية المحرمات بغير أسمائها :- إذا سميت المحرمات بغير أسمائها المعروفة، وهي التي اقترن بها التحريم، بأن سميت بأسماء أخرى لم يقترن التحريم بها: فإن هذه التسمية لا تزيل عن المحرمات صفة الحرمة. مثال ذلك: الخمر، فإن الله سبحانه وتعالى حرمها بنفس هذا الاسم حيث قال سبحانه: ﴿يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ فلو سميت باسم آخر من أسماء الأشربة المباحة، فإن تلك التسمية لا تزيل عنها صفة الحرمة، لأن العلة -وهي الإسكار- لا تزول بتلك التسمية، وهذا تلاعب بالدين واحتيال يزيد في إثم مرتكب الحرام. وقد أخرج أبو داود في سننه عن مالك بن أبي مريم قال: دخل علينا عبد الرحمن بن غنم فتذاكرنا الطلاء فقال: حدثني أبو مالك الأشعري رضي الله عنه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ليشربن ناس من أمتي الخمر، يسمونها بغير اسمها والطلاء بالكسر والمد: هو الشراب الذي يطبخ حتى يذهب ثلثاه، وكان البعض يسمي الخمر طلاء. والمراد بقوله صلى الله عليه وسلم يسمونها بغير اسمها أي: يتسترون بشربها بأسماء الأنبذة المباحة كماء العسل وماء الذرة ونحو ذلك، ويزعمون أنه غير محرم؛ لأنه ليس من العنب والتمر وهم فيه كاذبون؛ لأن كل مسكر حرام، فإن المدار على حرمة المسكر، ولهذا لا يضر شرب القهوة المأخوذة من البن حيث لا سكر فيها مع الإكثار منها، وإن كانت القهوة من أسماء الخمر فالاعتبار بالمسمى (الموسوعة الفقهية الكويتية: حرف التاء، مادة تسمية، تسمية المحرمات بغير اسمائها: 340/11. ط/دار السلاسل -الكويت).

فصل سوم :.....اباحت

(13) اصل اباحت یا ممانعت؟

الف:......کائنات کے اندر جو کچھ ہے، انسان کے فائدے کے لیے ہے، انسان ان اشیاء سے اسی وقت فائدہ اٹھا سکتا ہے جب شرعا اس کے لیے ان سے فائدہ اٹھانا جائز بھی ہو، اس لیے راجح یہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔[1] اگرچہ اور اقوال بھی ہیں، مگر جمہور کا قول یہ ہے کہ اصل اباحت ہے اور یہی راجح ہے۔[2]

---

1) (الاصل)عندالفقهاء والاصوليين يطلق على معان...رابعها المستصحب...وربما يعبر عن المعنى الرابع بماثبت للشى نظراالى ذاته...وربما يفسر بالحالة التى تكون للشى قبل عروض العوارض عليه كمايقال الاصل فى الماء الطهارة والاصل فى الاشياء الاباحة (كشاف اصطلاحات الفنون:للشيخ المولوى محمد اعلى بن على التهانوى،همزة مع اللام، مكتبة خيات،بيروت،19966،المجلد الاول ص: 85).

2) وقد صرح فى التحرير بان المختار ان الاصل الاباحة عند الجمهور من الحنفية والشافعية اه وتبعه تلميذه العلامة قاسم،وجرى عليه فى الهداية من فصل الحداد،وفى الخانية من أوائل=

ب:......سب ہی چیزوں میں اصل اباحت نہیں ہے بلکہ گوشت میں اصل حرام ہونا ہے اور عبادات میں اصل (سکوت) ہے۔[1]

=الحظر والاباحة.(ردالمحتار على الدر المختار: محمد أمين بن عمر ابن عابدين،(المتوفى: 1252ھ) كتاب الطهارة، مطلب الفرق بين النية والقصد والعزم: 105/1-ط/سعيد).

ـــــ وفي شرح المنار للمصنف: الأشياء في الأصل على الإباحة عند بعض الحنفية، ومنهم الكرخي وقال بعض أصحاب الحديث: الأصل فيها الحظر وقال أصحابنا: الأصل فيها التوقف بمعنى أنه لا بد لها من حكم لكنا لم نقف عليه بالعقل (انتهى) وفي الهداية من فصل الحداد: إن الإباحة أصل.(الأشباه والنظائر لابن نجيم: القاعدة الثالثة: اليقين لا يزول بالشك، قاعدة: هل الأصل في الأشياء الإباحة، ص:66- ط/ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة: 1400ھ=1980م).

1) واعلم أن الأصل في الأشياء كلها سوى الفروج الإباحة قال الله تعالى:﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعا﴾ وقال:﴿كلوا مما في الأرض حلالا طيبا﴾ وإنما تثبت الحرمة بعارض نص مطلق أو خبر مروي فما لم يوجد شيء من الدلائل المحرمة فهي على الإباحة. (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر: عبد الرحمن بن محمد بن سليمان المدعو بشيخي زاده، يعرف بداماد أفندي (المتوفى:1078ھ)، كتاب الاشربة:244/4 ط/مكتبة المنار، كوئته).

ـــــ الأصل في الأبضاع التحريم ولذا قال في كشف الأسرار شرح فخر الإسلام: الأصل في النكاح الحظر وأبيح للضرورة.(الأشباه والنظائر لابن نجيم: القاعدة الثالثة: اليقين لا يزول بالشك، قاعدة: الأصل في الأبضاع التحريم ،ص: 67-ط/ ط/ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة: 1400ھ=1980م).

ـــــ قوله (لبقائه) أي اللحم (على الحرمة) أي التي هي الأصل، إذ حل الأكل متوقف على تحقق الذكاة الشرعية(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح : أحمد بن محمد بن إسماعيل الطحطاوي الحنفي - توفي 1231 ھ، كتاب الطهارة،فصل فى بيان احكام السؤر،قبيل فصل فى مسائل الآبار،ص:٣٥-ط/قديمى).

ـــــ قوله (يعمل بخبر الحرمة الخ) أي إذا أخبره عدل بأن هذا اللحم ذبيحة مجوسي أو ميتة وعدل آخر أنه ذبيحة مسلم لا يحل لأنه لما تهاتر الخبران بقي على الحرمة الأصلية لا يحل إلا بالذكاة.(ردالمحتار على الدر المختار: محمد أمين بن عمر ابن عابدين ، (المتوفى : 1252ھ)، كتاب الطهارة، باب الانجاس: 348/1 ط/سعيد).

ج:......اباحت سے مراد یہ ہے کہ کسی فعل یا شے کے دونوں جانب برابر ہیں، کرنے میں ثواب نہیں ہے اور چھوڑنے میں گرفت نہیں ہے۔[1] جو فعل یا شے اس نوعیت کی ہو اسے ''مباح'' کہا جاتا ہے۔ مباح کو جائز اور حلال بھی کہتے ہیں جب کہ بعض کے نزدیک یہ تینوں انتہائی قریبی الفاظ ضرور ہیں مگر ان میں باریک فرق بہر حال موجود ہے۔[2]

1) المباح ما لا يستحق بفعله الثواب ولا بتركه العقاب. (والندب ما يستحق بفعله الثواب ولا يستحق بتركه العقاب) ففيه زيادة معنى على المباح- الفصول في الأصول - أحمد بن علي الرازي الجصاص (المتوفى: 370هـ)، باب القول في لفظ الأمر إذا صدر لمن تحت طاعته على الوجوب هو أم على الندب: (2/89) ط: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، الكويت، الطبعة الأولى، 1405.

2) ومن أسمائه الحلال والمطلق والجائز وقال الأستاذ أبو إسحاق في شرح كتاب الترتيب كل مباح جائز وليس كل جائز مباحا... يطلق المباح على ثلاثة أمور الأول وهو المراد هنا ما صرح فيه الشرع بالتسوية بين الفعل والترك ومنه قوله للمسافر إن شئت فصم وإن شئت فأفطر الثاني ما سكت عنه الشرع فيقال استمر على ما كان ويوصف بالإباحة على أحد الأقوال الثلاث وهو ما جاز فعله استوى طرفاه أو لا وقد يطلق المباح على المطلوب- البحر المحيط في أصول الفقه، بدر الدين محمد بن عبد الله بن بهادر الزركشي (المتوفى: 794هـ) فصل: في المباح: (1/221) ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان).

—— وقد فرقوا بين المباح والجائز بأن كل مباح جائز دون العكس لأن الجواز ضد الحرمة، والإباحة ضد الكراهة فإذا انتفى الجواز ثبت ضده وهو الحرمة فتنتفي الإباحة أيضا وإذا انتفت الإباحة ثبت ضدها وهو الكراهة ولا ينتفي به الجواز لجواز اجتماع الجواز مع الكراهة كذا في العناية. غمز عيون البصائر، أحمد بن محمد مكي، أبو العباس، شهاب الدين الحسيني الحموي الحنفي (المتوفى: 1098هـ)، مقدمة الكتاب: (1/23) ط: دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، 1405هـ-1985م.

(14) مباح میں قانون سازی کی حدود

حکومت کو مباحات میں قانون سازی کا حق ہے مگر کیا تمام مباحات درجے میں برابر ہیں اور ہر ایک میں حکومت کو یہ حق حاصل ہے یا مباح کی کسی خاص قسم میں حکومت قانون سازی کر سکتی ہے؟ حضرت مفتی ولی حسن ٹونکیؒ ماہنامہ بینات میں امام ابو حامد الغزالیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”أن الأفعال ثلاثة: أقسام قسم بقي على الأصل فلم يرد فيه من الشرع تعرض لا بصريح اللفظ ولا بدليل من أدلة السمع فينبغي أن يقال استمر فيه ما كان ولم يتعرض له السمع فليس فيه حكم.

وقسم صرح الشرع فيه بالتخيير وقال إن شئتم فافعلوه وإن شئتم فاتركوه فهذا خطاب والحكم لا معنى له إلا الخطاب ولا سبيل إلى إنكاره وقد ورد

وقسم ثالث لم يرد فيه خطاب بالتخيير لكن دل دليل السمع على أنه نفي الحرج عن فعله وتركه“.[1]

ترجمہ:......افعال کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم تو وہ ہے جو اصل اباحت پر باقی رہ گئی ہو اور شریعت نے تو صریح الفاظ سے اور نہ ہی نقلی دلائل میں سے کسی

---

1) المستصفى في علم الأصول، أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: 505ھ) مقدمة الكتاب، القطب الأول في الثمرة وهي الحكم والكلام فيه ينقسم إلى فنون أربعة، الفن الثاني في أقسام الأحكام، مسألة المباح من الشرع: (1/ 60) ط الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، 1413ھ- 1993م.

دلیل کے ذریعے اس سے تعرض کیا ہو۔اس قسم کے متعلق کہنا چاہیے کہ اس میں اس کی اصل حیثیت برقرار رہی اور شریعت نے کوئی تعرض نہیں کیا، لہذا اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جس کے متعلق صراحت کے ساتھ شریعت نے اختیار دے دیا اور کہہ دیا کہ چاہے کرو یا نہ کرو، پس یہ خطاب ہے اور حکم ہی ہوتا ہے جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔

تیسری قسم وہ ہے جس میں شریعت کی طرف سے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کوئی خطاب تو وارد نہ ہو البتہ نقلی دلیل اس امر پر دلالت کرے کہ اس کے کرنے میں فاعل پر کوئی حرج نہیں ہے۔انتہی

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''افعال مباحہ'' تین قسم پر ہیں:

1) ایسے افعال جن کے متعلق شریعت نے کسی قسم کا حکم نہیں دیا، نہ ان کے کرنے کے بارے میں اور نہ ہی نہ کرنے کے بارے میں، ایسے افعال کو اصول فقہ کی اصطلاح میں ''مباح الاصل'' کہا جاتا ہے اور اس حالت کو ''اباحت اصلیہ'' کہتے ہیں، مثلاً سڑک پر اس طرف چلو یا نہ چلو، تین روز گوشت کھاؤ یا نہ کھاؤ، فلاں ملک کا کپڑا پہنو یا نہ پہنو۔

2) وہ افعال جن کے بارے میں شریعت نے خود بتلا دیا کہ تم کو اختیار ہے کہ ان کو کرو یا نہ کرو۔ایسے افعال کو ''مباح شرعی'' کہا جاتا ہے اور اس

حالت کو "اباحت شرعیہ" کہتے ہیں مثلاً ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا حکم کہ اس کے بارے میں شریعت نے کھول کر بتلادیا ہے کہ تمہیں اختیار ہے کہ چاہے ایک سے زائد بیویاں رکھو یا نہ رکھو۔

3) ایسے افعال جن کے کرنے یا نہ کرنے میں تو قرآن وحدیث میں کوئی صریح حکم موجود نہیں لیکن ادلہ شرعیہ میں کوئی دلیل اس بات کو بتلاتی ہے کہ اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے...اب واضح رہے کہ حکومت کو صرف پہلی قسم کے افعال میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہے یعنی حکومت اس قسم کے قوانین بناسکتی ہے کہ دائیں طرف چلو، بائیں طرف نہ چلو، یا فلاں ملک کا کپڑا پہنو یا نہ پہنو، ہفتہ میں دو روز گوشت نہ کھاؤ، کیونکہ ان امور کی اباحت شریعت سے نہیں معلوم ہوتی البتہ دوسری قسم یا تیسری قسم کے افعال میں حکومت کو پابندی لگانے کا کسی قسم کا کوئی حق نہیں کیونکہ شریعت کے کسی امر میں تبدیلی کا حکومت کو سرے سے کوئی حق ہی نہیں۔ (1)

حکومت کو مباح کی دوسری اور تیسری قسم میں تبدیلی کا کوئی حق نہیں ہے، اس مضمون پر دلائل جاری رکھتے ہوئے حضرت مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ بینات کے اگلے شمارے میں لکھتے ہیں:

1) ماھنامہ بینات، جلد:2 شمارہ 1 محرم الحرام 1383ھ، جون 1963ء کراچی، ص 51.

''اسی مضمون کوایک اور طریقے سے سمجھنے کی کوشش کیجیے! قرآن وحدیث میں جس امر کا حکم دیاجاتاہے اس کو''مامور بہ'' کہتے ہیں۔مامور بہ چند قسم پر ہے: فرض، واجب، سنت، مستحب، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، مباح فرضیت، وجوب اور اباحت، ان کو''جہات حکم'' کہاجاتاہے، ان میں سے کسی جہت کو بھی تبدیل کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔خوب سمجھ لیجیے جس طرح فرض اور واجب کو تبدیل نہیں کیاجاسکتا، اسی طرح مباح کو بھی تبدیل نہیں کیاجاسکتااور کوئی اسلامی حکومت اس امر کی قطعا مجاز نہیں کہ وہ کوئی ایسی قانون سازی کرے جس کی بناءپر''جہات'' میں سے کسی جہت پر بھی کوئی زد پڑسکے۔''(1)

اس موقف کی تائید میں بایں الفاظ اضافہ کیاجاسکتاہے کہ اگر مباح کی دوسری اور تیسری قسم کوبذریعہ قانون ممنوع قرار دیاجائے تواس کی خلاف ورزی پر سزاہوگی اور سزا جرم پر ہوتی ہے اور جرم کا معصیت ہوناضروری ہے حالانکہ مذکورہ دونوں قسمیں معصیت نہیں ہیں کیونکہ مباح کاارتکاب یااس سے اجتناب لائق تحسین یا قابل تعزیر عمل نہیں ہوتا۔

1) ایضا، شمارہ صفر المظفر، بمطابق جولائی 1963، ص:45.

(15) سدذرائع

اچھے کام کا وسیلہ بھی اچھا ہے تو برے کام کا وسیلہ بھی برا ہے۔ شریعت جس طرح برائی سے روکتی ہے اس طرح برائی کے راستے پر بھی پہرے بٹھادیتی ہے، اصل مقصد برائی سے روکنا ہوتا ہے مگر برائی تک پہنچنے والا راستہ بھی ممنوع قرار دے دیا جاتا ہے۔ شریعت کی زبان میں اسے ''سدذرائع'' کہتے ہیں۔[1]

اس اصول کی حقیقت یہ ہے کہ ایسے جائز کام بھی ممنوع قرار دے دیے جائیں جو ناجائز کاموں تک پہنچاتے ہوں۔ امام ابن رشد(520ھ) اس کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ:

''ھی الاشیاء التی ظاھرھا الاباحۃ ویتوصل بھا إلی فعل المحظور.''[2]

---

1) وسد الذرائع مطلوب مشروع، وهو أصل من الأصول القطعية في الشرع الموافقات إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الغرناطي الشهير بالشاطبي (المتوفى: 790هـ)، كتاب الأدلة الشرعية، الطرف الأول في الأدلة على الجملة، النظر الأول: في كليات الأدلة على الجملة: (3/263)، ط/ دار ابن عفان، الطبعة الأولى: 1417هـ/ 1997م)(5/183).

ـــــ وسد الذرائع مطلوب مشروع، وهو أصل من الأصول القطعية في الشرعاتفق العلماء على إعماله في الجملة وإن اختلفوا في التفاصيل- الموافقات، إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الغرناطي الشهير بالشاطبي (المتوفى : 790هـ) ، كتاب الأدلة الشرعية، تابع الطرف الأول: في أحكام الأدلة العامة، الفصل الخامس: في البيان والإجمال: (4/111)، ط/ دار ابن عفان، الطبعة الأولى: 1417هـ/ 1997م)(5/183)

2) المقدمات(524/2) بحوالہ:قاعدة درء المفاسد اولیٰ من جلب المصالح، محمد امين سهيلی، الطبعة الاولی 1430ھ، ط:

ترجمہ:......یہ وہ اشیاء ہیں جو ظاہری نگاہ میں مباح ہوتی ہیں لیکن انہیں ناجائز فعل تک پہنچنے کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے۔

امام شاطبیؒ کے بقول:

"حقيقتها التوسل بماهو مصلحة إلى مفسدة."[1]

ترجمہ:......ذرائع کی حقیقت یہ ہے کہ مصلحت کو مفسدہ کا ذریعہ بنالیا جائے۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"والذريعة عبارة عن أمر غير ممنوع لنفسه يخاف من ارتكابه الوقوع فى ممنوع."[2]

ترجمہ:......ذریعہ دراصل ایسے امر کو کہتے ہیں جو بذات خود تو منع نہ ہو لیکن اس کے کرنے سے ناجائز میں پڑنے کا اندیشہ ہو۔

سدذرائع کے اصول کے تحت ازروئے شرع ایسی جائز چیزوں کی ممانعت ہوگی جن کی وجہ سے یقینی طور پر کسی ناجائز کا ارتکاب لازم آتا ہو، اور قانونا بھی ایسی اشیاء کو ممنوع قرار دیا جاسکتا ہے جن کے ذریعے مفاسد میں پڑنے کا خطرہ یقینی ہو، کیوں کہ ایسے امور میں اولی الامر کو قانون سازی کا حق حاصل ہے۔

---

1) الموافقات: إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الغرناطي الشهير بالشاطبي (المتوفى : 790ھ) - ط/ دار ابن عفان، الطبعة الأولى: 1417ھ/ 1997م) (5/ 183).

2) الجامع لاحكام القرآن للامام القرطبی، أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى : 671 ھ)، سورة البقرة:١٠٤(٥٧/٢) ط: دار عالم الكتب، الرياض، المملكة العربية السعودية، الطبعة: 1423 ھ/ 2003 م.

اگر کوئی چیز ایسی ہو جو شاذونادر ہی ممنوع کے لیے ذریعہ بنتی ہو تو اس کی اجازت ہو گی۔ اس قسم کے جواز پر اور پہلی قسم کے عدم جواز پر علماء کا اتفاق ہے۔

اس کے علاوہ جو قسمیں ہیں ان میں علماء کا اختلاف ہے مثلاً کسی چیز کے متعلق غلبہ ظن ہو کہ وہ ناجائز کا ذریعہ بنے گا یا کوئی چیز ایسی ہو جو شاذونادر تو نہیں بلکہ اس سے کچھ زیادہ اور اکثر وبیشتر تو نہیں بلکہ اس سے کچھ کم فساد کا ذریعہ بنتی ہو یعنی غالب اور نادر کی درمیانی صورت ہو جسے "بسا اوقات" اور "کبھی کبھی" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔[1]

---

1) الذرائع على ثلاثة أقسام:
- منها: ما يسد باتفاق؛ كسب الأصنام مع العلم بأنه مؤدٍ إلى سبِّ الله تعالى، وكَسَبِّ أبوي الرجل إذا كان مؤديًا إلى سبّ أبوي الساب؛ فإنه عد في الحديث 1 سبًّا من الساب لأبوي نفسه، وحفر الآبار في طرق المسلمين مع العلم بوقوعهم فيها، وإلقاء السم في الأطعمة والأشربة التي يعلم تناول المسلمين لها.
— ومنها: ما لا يسد باتفاق، كما إذا أحب الإنسان أن يشتري بطعامه أفضل منه أو أدنى من جنسه؛ فيتحيل ببيع متابعه ليتوصل بالثمن إلى مقصوده، بل كسائر التجارات؛ فإن مقصودها الذي أبيحت له إنما يرجع إلى التحيل في بذل دراهم في السلعة ليأخذ أكثر منها .- ومنها: ما هو مختلف فيه. الموافقات - إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الغرناطي الشهير بالشاطبي (المتوفى: 790هـ)، المجلد الثالث، تابع كتاب المقاصد، القسم الثاني: مقاصد المكلف: (3/ 131) ط: دار ابن عفان، الطبعة الأولى: 1417هـ/ 1997م.
— وقد قسم القرافي : الذرائع إلى الفساد ثلاثة أقسام : قسم أجمعت الأمة على سده ومنعه وحسمه، كحفر الآبار في طرق المسلمين ، فإنه وسيلة إلى إهلاكهم فيها ، وكذلك إلقاء السم في أطعمتهم ، وسب الأصنام عند من كان من أهلها، ويعلم من حاله أنه يسب الله تعالى عند سبها . وقسم أجمعت الأمة على عدم منعه , وأنه ذريعة لا تسد، ووسيلة لا تحسم , كالمنع من زراعة العنب خشية أن تعصر منه الخمر فإنه لم يقل به أحد، وكالمنع من المجاورة في البيوت خشية الزنى . وقسم اختلف فيه العلماء هل يسد أم لا ، كبيوع الآجال عند المالكية... أما القسم الأول الذي أجمعت الأمة عليه , فهو ما كان أداؤه إلى المفسدة قطعيا، فلا خلاف في أنه يسد، ولكن التقي السبكي من الشافعية قال: ليس هذا من باب=

الحاصل ناجائز سے بچانے کے لیے جائز کی ممانعت ایک مسلم شرعی اصول ہے لیکن یہ اصول اس قدر نازک اور حساس ہے کہ اگر درست فکر، گہرے علم، مفاسد ومصالح کے درست تجزیے اور متوقع نتائج کے درست اندازے کے بغیر اسے کام میں لایا جائے تو ایسے دروازے بند ہو جائیں گے جن کا کھلا رکھنا شریعت کو مطلوب ہے اور ایسے دروازے کھل جائیں گے جنہیں بند رکھنا ہی ضروری ہے۔ ہندوستان کے مشہور عالم دین قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے اس موقع پر درست لکھا ہے کہ ''صحیح فقہی شعور کے بغیر ان نازک اصولوں کا استعمال خود ایسا ذریعہ فساد ہے جس کا سد باب ضروری ہے۔''(1)

=سد الذرائع , بل هو من تحريم الوسائل , والوسائل تستلزم المتوسل إليه , ولا نزاع في هذا . . . وأما القسم الذي أجمعت الأمة على أنه لا يسد فهو ما كان أداؤه إلى المفسدة قليلا أو نادرا . . . وأما القسم الذي اختلف فيه فهو ما كان أداؤه إلى المفسدة كثيرا لكنه ليس غالبا، فهذا موضع الخلاف . والخلاف من ذلك جار في غير ما ورد في الكتاب والسنة سده من الذرائع , أما ما جاء النص بسده منها في النصوص الشرعية الثابتة فلا خلاف في الأخذ بذلك- سد الذرائع وتحريم الحيل لابن القيم - (7/1).

1) مباحث فقهیه، ایفا پبلیکیشنز، نئی دهلی، 116.

فصل چہارم :...... طہارت و نجاست

(16) حلت کی طرح طہارت بھی اصل ہے

جس طرح اصل حلت ہے اور حرمت کے لیے دلیل کی ضرورت ہے، اسی طرح اصل طہارت ہے اور نجاست کے ثبوت کے لیے دلیل کی ضرورت ہے کیونکہ نجاست عارض ہے، اس لیے جہاں کوئی دلیل نہ ہو وہاں طہارت کے اثبات کے لیے دلیل کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ اصل کے اثبات کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔[1]

---

1) والطهارة... بمعنى النظافة لغة... وشرعا النظافة عن حدث أو خبث-(وفي الرد)قوله (بمعنى النظافة) أي عن الأدناس حسية كالأنجاس أو معنوية كالعيوب والذنوب... قوله (النظافة عن حدث أو خبث)شمل طهارة ما لا تعلق له بالصلاة كالآنية والأطعمة.الدر المختار شرح تنوير الأبصار، محمد علاء الدين بن علي الحصكفي (المتوفى: 1088ھ)، كتاب الطهارة: (83/1)،ط:سعيد).

(17) رفع حلت وطہارت کے لیے مساوی دلیل کی ضرورت

حلت اور طہارت اصل اور یقینی ہیں توان کے رفع کے لیے بھی یقینی دلیل کی ضرورت ہوگی، محض وہم اور شک سے حرمت اور نجاست کا حکم نہیں دیا جاسکے گا، مثلاً کھانا حلال اور پانی پاک سمجھا جائے گا اور جو شخص کھانے کی حرمت اور پانی کی ناپاکی کا دعوی کرے تو بار ثبوت اسی کے ذمہ ہوگا۔[1]

1) شك فى وجود النجس فالاصل بقاء الطهارة.الاشباه والنظائر، امام زين الدين بن نجيم (المتوفى: 971ھ):29،ط:سعيد).
—— الاصل فى الاشياء الطهارة لقوله سبحانه وتعالى هوالذى خلق لكم مافى الارض جميعا واليقين لايزول بالشك والظن بل يزول بقين مثله وهذاأصل مقررفى الشرع منصوص عليه فى الاحاديث مصرح به فى كتب الفقهاء من الحنفية والشافعية وغيرهم ولم ارا حدا فيه مخالفا من احد من العلماء اصلا.الحديقة الندية شرح الطريقه المحمدية، للعلامة النابلسي: 710/2-ط:متكتبه نوريه،فيصل آباد.
—— لأن اليقين لايزول بالظن-الاختيار لتعليل المختار،عبد الله بن محمود بن مودود الموصلي الحنفي،بيروت/لبنان.

پانچویں فصل :...... مفردات

(18) مفردات کے احکام

مفردات سے مراد جمادات،نباتات اورحیوانات ہیں۔جمادات سے مراد نباتات، حیوانات،اجزائے حیوانات اور فضلات حیوانات کے علاوہ اشیاء ہیں۔

جمادات سب کے سب پاک اور حلال ہیں البتہ کسی جامد چیز کا اتنی مقدار میں استعمال جائز نہیں جو مسکر ہو یا مضر ہو۔ مضر میں ممانعت کی وجہ ''ضرر''اور مسکر میں ''سکر'' ہے اس لیے اگر ''ضرر''اور ''سکر'' دور کر دیا جائے تو ممانعت بھی نہ رہے گی۔جو حکم جمادات کا ہے وہی نباتات کا بھی ہے۔

حیوانات میں سے خنزیر نجس العین ہونے کی وجہ سے اور کیڑے مکوڑے خبث کی

وجہ سے اور انسان اپنی حرمت کی وجہ سے اور اس کا فضلہ نجاست کی وجہ سے حرام ہے، بلکہ انسانی بدن سے خارج ہونے والی ہر وہ شے نجاست غلیظہ کے حکم میں ہے جس کے نکلنے سے وضو یا غسل لازم آتا ہو۔[1]

بحری حیوانات میں سوائے مچھلی کے سب حرام ہیں، البتہ خارجی استعمال تمام بحری حیوانات کا جائز ہے۔ جو مچھلی خود مر کر پانی کے اوپر الٹی تیرنے لگے جسے "سمک طافی" کہتے ہیں اس کا کھانا بھی حرام ہے۔[2]

1) إذا طحن سن الآدمي مع الحنطة لم يؤكل وذلك لحرمة الآدمي لا لنجاسته.(المبسوط للسرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي (المتوفى: 483هـ): كتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة: 203/1.ط/دار المعرفة–بيروت، 1414هـ-1993م).

ــــ وإنما لم يجز الانتفاع بعظم الخنزير والآدمي........وأما الآدمي فقد قال بعض مشايخنا: إنه لم يجز الانتفاع بأجزائه لنجاسته، وقال بعضهم: لم يجز الانتفاع به لكرامته وهو الصحيح، فإن الله تعالى كرم بني آدم وفضلهم على سائر الأشياء، وفي الانتفاع بأجزائه نوع إهانة به. (المحيط البرهاني: أبو المعالي برهان الدين محمود بن أحمد بن عبد العزيز بن عمر بن مَازَةَ البخاري الحنفي (المتوفى: 616هـ) كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: 239/5.ط/ دار إحياء التراث العربي)

ــــ وأشار بالبول إلى أن كل ما يخرج من بدن الإنسان مما يوجب خروجه الوضوء أو الغسل فهو مغلظ كالغائط والبول والمني والمذي والودي والقيح والصديد والقيء إذا ملأ الفم. (البحر الرائق، زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ): كتاب الطهارة، باب الانجاس: 530/1 ط/سعيد).

2) أما الأول فالحيوان في الأصل نوعان نوع يعيش في البحر ونوع يعيش في البر أما الذي يعيش في البحر فجميع ما في البحر من الحيوان محرم الأكل إلا السمك خاصة فإنه يحل أكله إلا ما طفا منه وهذا قول أصحابنا رضي الله تعالى عنهم.(بدائع الصنائع، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587هـ): كتاب الذبائح والصيود: 35/5.ط/سعيد).

خشکی کے حیوانات میں سے جس جانور کے اندر خون ہی نہیں ہے وہ پاک ہے، لیکن سوائے ٹڈی کے کسی اور کا کھانا حلال نہیں ہے اور جس کے اندر خون ہے مگر بہنے والا نہیں ہے وہ بھی پاک ہے مگر کھانا کسی کا جائز نہیں ہے۔ بری حیوانات میں سے جن کے اندر بہنے والا خون ہو اور وہ شکار کر کے کھاتے پیتے رہتے ہوں جیسے شیر، بھیڑیا، بلی، کتا، بندر، شکرا، باز اور گدھ وغیرہ، ایسے جانوروں کا کھانا جائز نہیں، مگر شرعی ذبح سے یہ بھی پاک ہو جاتے ہیں اور جو ایسے نہ ہوں یعنی شکار کر کے کھاتے پیتے نہ ہوں جیسے طوطا، مینا، فاختہ، چڑیا، بٹیر، مرغابی، کبوتر، نیل گائے، ہرن، بطخ اور خرگوش وغیرہ یہ سب جانور حلال ہیں۔[1]

---

1) أما الذي ليس له دم سائل فالذباب والعقرب والزنبور والسرطان ونحوها وأنه ليس بنجس عندنا.(بدائع الصنائع، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587ھ) : كتاب الطهارة، فصل وأما الطهارة الحقيقية: 62/1.ط/سعيد).

ـــ فإن لم يكن له دم سائل كالذباب والزنبور والعقرب والسمك والجراد ونحوها لا ينجس بالموت ولا ينجس ما يموت فيه من المائع سواء كان ماء أو غيره من المائعات كالخل واللبن والعصير وأشباه ذلك وسواء كان بريا أو مائيا كالعقرب المائي ونحوه وسواء كان السمك طافيا أو غير طاف.(بدائع الصنائع، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587ھ): كتاب الطهارة، فصل وأما بيان المقدار الذي يصير به المحل نجسا شرعا: 79/1.ط/سعيد).

ـــ وأما الذي يعيش في البر فأنواع ثلاثة ما ليس له دم أصلا وما ليس له دم سائل وما له دم سائل، مثل الجراد والزنبور والذباب والعنكبوت والعضابة والخنفساء والبغاثة والعقرب ونحوها لا يحل أكله إلا الجراد خاصة لأنها من الخبائث لاستبعاد الطباع السليمة إياها وقد قال الله تبارك وتعالى { ويحرم عليهم الخبائث } إلا أن الجراد خص من هذه الجملة بقوله عليه الصلاة والسلام أحلت لنا ميتتان فبقي على ظاهر العموم.وكذلك ما ليس له دم سائل مثل الحية والوزغ وسام أبرص وجميع الحشرات وهوام الأرض من الفأر والقراد=

حلال جانور اگر زندہ ہو تو اس کے وہ اعضاء پاک ہیں جن میں خون سرایت نہیں کرتا جیسے بال، ہڈی وغیرہ اور جن میں خون سرایت کرتا ہے وہ اگر کاٹ کر علیحدہ کردیے جائیں تو ناپاک اور حرام ہیں اور اگر اسے شرعی طور پر ذبح کردیا جائے تو سوائے دم مسفوح کے اس کے تمام اعضاء پاک ہو جاتے ہیں اور سوائے سات اعضاء کے، سب کا کھانا حلال ہو جاتا ہے۔(1)

=والقنافذ والضب واليربوع وابن عرس ونحوها.(بدائع الصنائع، علاء الدين، أبوبكر بن مسعودبن أحمدالكاساني الحنفي (المتوفى:587ھ): كتاب الذبائح والصيود:36/5.ط/سعيد).

ـــــ وأما الذي يعيش في البر فأنواع ثلاثة ما ليس له دم أصلا وما ليس له دم سائل وما له دم سائل...... وما له دم سائل نوعان مستأنس ومتوحش أما المستأنس من البهائم فنحو الإبل والبقر والغنم يحل بالإجماع وأما المتوحش نحو الظباء وبقر الوحش وحمر الوحش وإبل الوحش فحلال بإجماع المسلمين وأما المستأنس من السباع وهو الكلب والفهد والسنور والأهلي فلا يحل وكذلك المتوحش فمنها المسمى بسباع الوحش والطير وهو كل ذي ناب من السباع وكل ذي مخلب من الطير فذو الناب من سباع الوحش مثل الأسد والذئب والضبع والنمر والفهد والثعلب والسنور البري والسنجاب والسمور والدلق والدب والقرد ونحوها فلا خلاف في هذه الجملة إلا في الضبع فإنه حلال عند الشافعي رحمه الله تعالى وذو المخلب من الطير كالبازي والباشق والصقر والشاهين والحدأة والبغاث والنسر والعقاب وما أشبه ذلك وما لا مخلب له من الطير والمستأنس منه كالدجاج والبط والمتوحش كالحمام والفاختة والعصافير والقبج والكركي والغراب الذي يأكل الحب والزرع ونحوها حلال بالإجماع كذا في البدائع.(الفتاوى الهندية: كتاب الذبائح، الباب الثاني في بيان ما يؤكل من الحيوان وما لا يؤكل:289/5.ط/رشيديه).

1) وإذا ذبح ما لا يؤكل لحمه طهر جلده ولحمه إلا الخنزير والآدمي.(الاختيار لتعليل المختار عبدالله بن محمود بن مودود الموصلي البلدحي، مجدالدين أبوالفضل الحنفي (المتوفى: 683ھ)، كتاب الذبائح: 13/5 ط/دار الفكر العربي).

ـــــ وأما الأجزاء التي لا دم فيها فإن كانت صلبة كالقرن والعظم والسن والحافر والخف والظلف والشعر والصوف والعصب والأنفحة الصلبة فليست بنجسة عند أصحابنا=

اگر حلال جانور شرعی طور پر مذبوح نہ ہو تو اس کے بال اور ہڈی وغیرہ پاک ہیں اور دودھ ،انڈا وغیرہ پاک ہونے کے ساتھ حلال بھی ہیں اور اگر کھال کو دباغت دی جائے تو وہ پاک بھی ہو جاتی ہے مگر حلال نہیں ہوتی اور گوشت اور چربی وغیرہ اعضاء

=وقال الشافعي الميتات كلها نجسة لظاهر قوله تعالى {حرمت عليكم الميتة} والحرمة لا للاحترام دليل النجاسة ولأصحابنا طريقان أحدهما أن هذه الأشياء ليست بميتة لأن الميتة من الحيوان في عرف الشرع اسم لما زالت حياته لا بصنع أحد من العباد أو بصنع غير مشروع ولا حياة في هذه الأشياء فلا تكون ميتة . والثاني أن نجاسة الميتات ليست لأعيانها بل لما فيها من الدماء السائلة والرطوبات النجسة ولم توجد في هذه الأشياء وعلى هذا ما أبين من الحي من هذه الأجزاء وإن كان المبان جزأ فيه دم كاليد والأذن والأنف ونحوها فهو نجس بالإجماع وإن لم يكن فيه دم كالشعر والصوف والظفر ونحوها فهو على الاختلاف .(بدائع الصنائع، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587هـ) : كتاب الطهارة،فصل وأما الطهارة الحقيقية : 63/1.ط/سعيد).

ـــ لان الذكاة تزيل الرطوبات وتخرج الدماء السائلة ، وهي المنجسة لا ذات اللحم والجلد. (الاختيار لتعليل المختار، عبد الله بن محمود بن مودود الموصلي البلدحي، مجد الدين أبو الفضل الحنفي (المتوفى: 683هـ)،:135/5.ط/دار الفكر العربي).

ـــ ومنها الذكاة في تطهير الذبيح وجملة الكلام فيها أن الحيوان إن كان مأكول اللحم فذبح طهر بجميع أجزائه إلا الدم المسفوح وإن لم يكن مأكول اللحم فما هو طاهر من الميتة من الأجزاء التي لا دم فيها كالشعر وأمثاله يطهر منه بالذكاة عندنا وأما الأجزاء التي فيها الدم كاللحم والشحم والجلد فهل تطهر بالذكاة اتفق أصحابنا على أن جلده يطهر بالذكاة .(بدائع الصنائع، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587هـ): كتاب الطهارة،فصل وأما بيان ما يقع به التطهير : 86/1.ط/سعيد).

ـــ فالذي يحرم أكله منه سبعة: الدم المسفوح والذكر والأنثيان والقبل والغدة والمثانة والمرارة لقوله عز شأنه {ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث} وهذه الأشياء السبعة مما تستخبثه الطباع السليمة فكانت محرمة .(بدائع الصنائع، ، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587هـ): فصل وأما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول: كتاب التضحية:61/5.ط/سعيد).

ناپاک بھی ہیں اور حرام بھی ہیں۔[1]

---

1) وأما عظم الميتة وعصبها وشعرها وصوفها ووبرها وريشها وخفها وظلفها وحافرها فيجوز بيعها والانتفاع بها عندنا .(بدائع الصنائع، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587هـ) : كتاب البيوع، فصل وأما الذي يرجع إلى المعقود عليه فأنواع :142/5.ط/سعيد)

ـــ البيضة إذا خرجت من دجاجة ميتة أكلت وكذا اللبن الخارج من ضرع الشاة الميتة. (الفتاوى الهندية: كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل وما يتصل به:339/5.ط/رشيديه).

ـــ (ومن ماتت له دجاجة، فخرجت منها بيضة: فلا بأس بأكلها).والأصل في ذلك: أنَّ كل ما يستباح من الحيوان في حال حياته بغير ذكاة، فحاله بعد الموت كهي قبله، وذلك لأنه لا يلحقه حكم الموت.(شرح مختصر الطحاوي للجصاص أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي (المتوفى:370هـ): كتاب الصيد والذبائح، مسألة:(حكم البيضة الخارجة من الدجاجة بعد موتها):296/7.ط/ دار البشائر الإسلامية - ودار السراج، الطبعة: الأولى 1431هـ-2010م)

ـــ قوله (فيصلي به ...الخ) أفاد طهارة ظاهرة وباطنة لإطلاق الأحاديث الصحيحة خلافا لمالك لكن إذا كان جلد حيوان ميت مأكول اللحم لا يجوز أكله وهو الصحيح لقوله تعالى { حرمت عليكم الميتة } المائدة 3 وهذا جزء منها .وقال عليه الصلاة والسلام في شاة ميمونة رضي الله عنها إنما يحرم من الميتة أكلها مع أمره لهم بالدباغ والانتفاع أما إذا كان جلد ما لا يؤكل فإنه لا يجوز أكله إجماعا لأن الدباغ فيه ليس بأقوى من الذكاة وذكاته لا تبيحه فكذا دباغه.(ردالمحتار على الدرالمختار: كتاب الطهارة،باب المياه، مطلب في أحكام الدباغة: 203/1.ط/سعيد).

ـــ حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير، وليس الحكم مقصورًا على اللحم، بل الشحم مثله في التحريم، ولكن ذكر اللحم لأنه أعظم ما يبتغى فيه. (شرح مختصر الطحاوي للجصاص، أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي (المتوفى: 370 هـ): كتاب الحدود:193/6.دار البشائر الإسلامية-ودار السراج،الطبعة:الأولى 1431هـ-2010م).

ـــ (ملخص ومستفاد از رسالہ طبی جوہر حصہ نہم بہشتی زیور،ص:658تا: 661.ط/دار الاشاعت کراچی:2002ء)- *نیز ملاحظہ کیجیے*: إحياء علوم الدين، أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: 505هـ) : كتاب الحلال والحرام، الباب الأول في فضيلة الحلال ومذمة الحرام :92/2.ط/ دار المعرفة—بيروت).

(19) ای نمبرز

غذائی مصنوعات کی تیاری، تکمیلی مرحلے، پیکیجنگ اور ذخیرہ کاری کے موقع میں کچھ اضافی اجزاء شامل کیے جاتے ہیں، جن کے لیے رمز اور اشارے کے طور پر اعداد کا استعمال ہوتا ہے جنہیں ای نمبرز کہا جاتا ہے، یہ نمبرات انواع میں اور انواع مزید ذیلی اقسام میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔

یہ اضافی اجزاء کبھی تو خود استعمال سے مقصود ہوتے ہیں یعنی ان کی حیثیت خام مال یا تکمیلی مواد کی ہوتی ہے اور کبھی ان کی غذائی قدر و قیمت نہیں ہوتی بلکہ ان کا مقصد پروڈکٹ کی حفاظت، ذائقے کی بہتری، خوبصورتی، پتلا یا گاڑھا بنانا یا دیرپا اور محفوظ کرنا وغیرہ ہوتا ہے۔

اشیاء کی خوشنمائی اور عمدگی اور ان کو جاذب نظر اور پر کشش بنانے کے لیے بھی مختلف قسم کے اجزاء استعمال کیے جاتے ہیں تاکہ زبان کے ساتھ نگاہ بھی لطف اٹھائے اور انسان کے جمالیاتی ذوق کی تسکین ہو۔

فقہی طور پر ایک پروڈکٹ کے تمام مشمولات کو تین انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے: حلال، حرام اور مشکوک، خواہ وہ بنیادی عناصر ہوں یا اضافی، ان سے مقصود رنگت ہو یا ذائقہ، یا کچھ اور ہو۔

یہ تقسیم بڑی حد تک درست ہے اور اس حدیث سے ماخوذ معلوم ہوتی ہے جس

کوایک چوتھائی دین کہا گیاہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہےاور ان کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں، مگر زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس کے ساتھ کراہت تنزیہی اور تحریمی کافرق بھی روار کھا جائے،ایک تواس وجہ سے کہ یہ فرق موجود ہےاور دوسرے اس وجہ سے کہ مکروہ کو حرام کہنے سے اس کی شدت میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے حالانکہ حکم کواس کے اصل درجے پر رکھنا ہی شریعت کی حدود میں رہنا ہے۔

کسی ''ای نمبر'' کو مفرد حیثیت سے دیکھا جائے تو اس کا حکم مفردات کا ہے لیکن جب کوئی ''ای نمبر'' کسی پروڈکٹ میں شامل ہو یا خود ''ای نمبر'' ایک سے زائد اجزاء سے مل کر بنا ہو تو پھر اس کا حکم ''مرکبات'' کے تحت ملاحظہ کرنا چاہیے، مرکبات کا حکم آگے بیان ہوتا ہے۔(1)

1) عن النعمان بن بشير قال سمعته يقول سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم- يقول وأهوى النعمان بإصبعيه إلى أذنيه «إن الحلال بين وإن الحرام بين وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع فى الشبهات وقع فى الحرام كالراعى يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه ألا وإن لكل ملك حمى ألا وإن حمى الله محارمه ألا وإن فى الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهى القلب».(الكتاب: الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم، أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري، باب أخذ الحلال وترك الشبهات.،50/5،الناشر: دار الجيل بيروت = دار الأفاق الجديدة ـ بيروت).

(20) داخلی اور خارجی استعمال

داخلی استعمال صرف حلق یا پیٹ میں پہنچ جانے کو کہتے ہیں گویا داخلی استعمال کھانے اور پینے کا نام ہے، اس کے سوا جتنے طریقے ہیں وہ سب خارجی ہیں مثلاً استنشاق یعنی تر چیز ناک میں سڑکنا، سعوط یعنی تر دوا ناک میں ٹپکانا، نفوخ یعنی ناک میں دوا پھونکنا، سنون یعنی منجن ملنا اور شموم یعنی کوئی تر یا خشک دوا سونگھنا، عطوس یعنی ناس لینا، مضغ یعنی چبانا، مضمضہ یعنی کلی کرنا، یہ سب خارجی استعمالات ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ دوا حلق میں نہ پہنچے مگر چونکہ سب میں اندیشہ بلکہ اغلب یہ ہے کہ حلق میں دوا پہنچ جاتی ہے اس لیے یہ سب بھی داخلی استعمال کے حکم میں ہیں اور ان طریقوں سے وہ چیز استعمال نہ کی جائے جس کا داخلی استعمال شرعاً جائز نہ ہو۔[1]

(21) داخلی اور خارجی استعمال کا فرق

شریعت اشیاء کے داخلی اور خارجی استعمال میں فرق کرتی ہے۔

1) نجس کا داخلی اور خارجی استعمال ناجائز ہے۔

2) جس چیز میں نجس شامل ہو اور نجاست غالب ہو اس کا حکم بھی نجس کا ہے

1) بہشتی زیور تغیر یسیر، نواں حصہ طبّی جوہر، حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی، ص: 753، ط: میر محمد کتب خانہ کراچی۔

اور اگر نجاست غالب نہ ہو تو اس کا داخلی استعمال تو جائز نہیں، البتہ بدن کے علاوہ کسی ضرورت میں اسے کام میں لایا جاسکتا ہے۔[1]

3) جو چیز سیال نہ ہو اور نشہ آور ہو، جیسے افیون اور بھنگ وغیرہ ان کی اتنی مقدار کھالینا جو نشہ نہ کرے اور مقصد لہو ولعب نہ ہو، جائز ہے اور اس دوا کالگانا بھی جائز ہے جس میں یہ چیزیں شامل ہوں اور اتنا کھانا کہ نشہ ہو جائے یا صحت کو نقصان دے حرام ہے۔

4) چار حرام شرابوں کے علاوہ دیگر شرابوں کا خارجی استعمال جائز ہے اور داخلی استعمال بھی کسی معتد بہ غرض کے لیے جائز ہے۔

5) جمادات اور نباتات کا خارجی استعمال جائز ہے۔

6) حشرات الارض کا خارجی استعمال جائز ہے۔

7) غیر ماکول اللحم جانور بھی اگر ذبح کر دیا جائے تو پاک ہو جانے کی وجہ سے اس کا خارجی استعمال جائز ہو جاتا ہے، البتہ خنزیر اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔

8) مردار کے بعض اعضاء جیسے بال، ہڈی، ناخن وغیرہ کا بھی بیرونی استعمال

---

1) وقال أبو حنيفة رحمه الله: كل شيء أفسده الحرام والغالب عليه الحلال، فلا بأس بأن يبيعه وتبين ذلك، ولا بأس بالانتفاع به كالفأرة تقع في السمن والعجين، وما كان الغالب عليه الحرام لم يجز بيعه ولا هبته. وكذلك الزيت إذا وقع فيه ودك الميت، فإن كان الزيت غالباً جاز بيعه، وإن كان الودك غالباً لم يجز، والمراد من الانتفاع حال عليه الحلال الانتفاع في غير الأبدان، وأما في الأبدان فلا يجوز الانتفاع به .(المحيط البرهاني، أبو المعالي برهان الدين محمود بن أحمد بن عبد العزيز بن عمر بن مَازَةَ البخاري الحنفي (المتوفى:616هـ): كتاب البيع، الفصل السادس: فيما يجوز وما لا يجوز بيعه:351/6.ط/ دار إحياء التراث العربي).

جائز ہے، اسی طرح مردار کی کھال اور آنتوں اور جھلیوں وغیرہ کا دباغت کے بعد خارجی استعمال جائز ہے۔

9) حلال جانور اگر مر جائے تو اس کے تھنوں کا دودھ پاک اور حلال ہے۔

10) حرام جانور جو دم سائل رکھتا ہو وہ اگرچہ ذبح سے پاک ہو جاتا ہے، مگر اس کا انڈا پھر بھی ناپاک رہتا ہے، اسی طرح ذبح کے مقام پر جو خون لگا رہ جاتا ہے وہ بھی دم مسفوح ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔[1]

1) إحياء علوم الدين، أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: 505هـ) : كتاب الحلال والحرام، الباب الأول في فضيلة الحلال ومذمة الحرام: 92/2، ط: دار المعرفة، بيروت).
ـــ (الموسوعة الفقهية الكويتية: حرف التاء، تخدير: 11/34، 35، 36. ط/ الطبعة الثانية، ط: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية)
ـــ (البحرالرائق، زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ) : كتاب الطهارة، ص: 159 .... الى: 164 ط: مكتبه رشيدية، كوئٹه).
ـــ (فاكهة البستان فى مسائل ذبح وصيد الطير والحيوان، لهاشم السندي التتوي الحارثى السندى (المتوفى 1174هـ)، الفصل السابع فيما يحل اكله ويحرم).

چھٹی فصل :...... اسباب حرمت اور ان کے احکام

(22) حرمت کے اسباب

کسی چیز کا استعمال درج ذیل اسباب میں کسی ایک کی بنا پر حرام ہوتا ہے:

1) کرامت
2) نجاست
3) سکر
4) خبث
5) ضرر[1]

---

1) ضبط أهل الفقه حرمة التناول إما بالإسكار كالبنج وإما الإضرار بالبدن كالتراب والترياق أو بالإستقذار كالمخاط والبزاق وهذا كله فيما كان طاهرًا. (العقود الدرية في تنقيح الحامدية : محمد أمين بن عمر ابن عابدين الشامی (المتوفی: 1252ھ) مسائل وفوائد شتى من الحظر=

اب ان اسباب کی تفصیل اوران سے متعلقہ ضروری احکام کو بیان کیاجاتاہے۔

(23) حرمت بوجہ کرامت

الف:......انسان کواللہ تعالی نے عزت اور کرامت سے نوازاہے،اس سلسلے میں مذہب وملت یارنگ ونسل یاصنف وجنس کاکوئی فرق نہیں ہے بلکہ جو انسان ہے وہ قابل احترام ہے،خواہ وہ مسلم ہو یاغیر مسلم، عرب ہو یاعجم،مرد ہو یاعورت،زندہ ہو یا مردہ۔(1)اس احترام آدمیت اور کرامت انسانیت کی وجہ سے کسی پروڈکٹ میں انسان کے اجزاء میں سے کوئی جزء شامل کرنایاایسے کسی پروڈکٹ کواستعمال میں لاناحرام ہے، ضروری نہیں کہ انسان کاکوئی ناپاک جزءکسی پروڈکٹ میں شامل ہوتووہ حرام ہو بلکہ اگرپاک جزء بھی شامل ہوتووہ بھی حرام ہے چنانچہ انسان کادانت بھی اگرگندم میں پس

=والإباحة وغير ذلك، مسألة أفتى أئمة أعلام بتحريم شرب الدخان، ط: المكتبة الحبيبية- ص:363، ج:2.

1) قوله (ذكره المصنف) حيث قال والآدمي مكرم شرعا وإن كان كافرا فإيراد العقد عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له ا هأي وهو غير جائز وبعضه في حكمه وصرح في فتح القدير ببطلانه ط.(الفتاوى الشامي، محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252ھ): كتاب البيوع،باب البيع الفاسد،مطلب الآدمي مكرم شرعا ولو كافرا: 58/5 ط/سعيد).

—— (و) لم يجز أيضًا بيع (شعر الإنسان) ولا الانتفاع به لأن الآدمي غير مبتذل فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهانًا مبتذلًا وهذا الإطلاق يعم الكافر، وقد صرح في (الفتح) في غير هذا المحل بأن الآدمي مكرم ولو كان كافرًا(النهر الفائق، سراج الدين عمر بن إبراهيم بن نجيم الحنفي (ت 1005ھ): كتاب البيوع، باب البيع الفاسد:428/3)، ط: دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، 1422ھ-2002م.

جائے تو وہ آٹا نہ کھایا جاسکتا ہے اور نہ ہی جانوروں کو کھلایا جاسکتا ہے،[1] اگر مردہ انسان کے اجزاء میں سے کوئی جزء ہانڈی میں گرجائے اگرچہ ایک دانق کے برابر ہی کیوں نہ ہو تو پوری ہانڈی حرام ہے،[2] اگر ناخن برابر انسان کی تر کھال تھوڑے پانی میں گرجائے تو پانی ناپاک ہے اگر خود ناخن پانی میں گرے تو پانی ناپاک نہیں ہے، [3] اضطرار کی حالت میں جب کہ مردار بھی جائز ہو جاتا ہے، اگرایک شخص کو مردار بھی نہ ملے اور کوئی اسے رضاکارانہ پیشکش کرے کہ میرے ہاتھ یا جسم سے کوئی ٹکڑا کاٹ

---

1) وسئل عن سن الآدمي إذا طحن في الحنطة فالمنصوص عليه أن لا يؤكل وهل تدفن الحنطة أو تأكلها البهائم قال لا تأكلها البهائم.(البحرالرائق، زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ) : كتاب الكراهية، الاكل والشرب...: 185/8.ط/سعيد)8.ط/دار الكتب العلميةالطبعة: الأولى، 1422هـ- 2002م).

2) لو وقع جزء من آدمي ميت في قدر ولو وزن دانق حرم الكل لا لنجاسته فإن الصحيح أن الآدمي لا ينجس بالموت ولكن لان أكله محرم احتراما لا استقذارا. إحياء علوم الدين أبوحامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: 505هـ) -كتاب الحلال والحرام: (2/ 93) ط:دار المعرفة، بيروت.

3) (قوله: جلده الآدمي إذا وقعت في الماء القليل...إلخ) قال ابن أمير حاج وإن كان دونه لا يفسده صرح به غير واحد من أعيان المشايخ ومنهم من عبر بأنه إن كان كثيرا أفسده وإن كان قليلا لا يفسده وأفاد أن الكثير ما كان مقدار الظفر وأن القليل ما دونه، ثم في محيط الشيخ رضي الدين تعليلا لفساد الماء بالكثير؛ لأن هذا من جملة لحم الآدمي، وقد بان من الحي فيكون نجسا إلا أن في القليل تعذر الاحتراز عنه فلم يفسد الماء لأجل الضرورة وفيه قبل هذا قال محمد عصب الميتة وجلدها إذا يبس فوقع في الماء لا يفسده؛ لأن باليبس زالت عنه الرطوبة النجسة. اهـ. ومشى عليه في الملتقط من غير عزو إلى أحد فعلى هذا ينبغي تقييد جلد الآدمي الكثير في هذه المسألة بكونه رطبا، ثم لا يخفى أن فساد الماء به بعد ذلك مقيد بكونه قليلا. البحر الرائق، زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ)، (2/ 410).

کر کھالو تو نہ ایسی پیشکش جائز ہے اور نہ ہی مضطر کے لیے اس لیے اس کی پیشکش پر عمل جائز ہے، یہاں تک کہ خود مضطر کے لیے بھی اپنی جان بچانے کے لیے اپنا کوئی عضو کھانا جائز نہیں ہے۔[1]

ب:......انسان خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس کا بدن پاک ہے بشرطیکہ اس پر کوئی ظاہری نجاست لگی ہوئی نہ ہو لیکن اگر بدن سے کوئی ایسی چیز نکلے جس سے وضو یا غسل واجب ہوتا ہے تو وہ چیز ناپاک ہے، جیسے پیشاب، پاخانہ، بہتا خون، پیپ، منہ بھر قے، منی، مذی، ودی یا حیض و نفاس کا خون وغیرہ۔

ج:......انسانی جسم سے جو رطوبت خارج ہوتی ہے وہ اگر وضو کو توڑنے والی نہ ہو تو ناپاک نہیں جیسے پسینہ، تھوک، بلغم اور آنسو وغیرہ۔[2]

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ

---

1) مضطر لم يجد ميتة وخاف الهلاك فقال له رجل اقطع يدي وكلها أو قال اقطع مني قطعة وكلها لا يسعه أن يفعل ذلك، ولا يصح أمره به كما لا يسع للمضطر أن يقطع قطعة من نفسه فيأكل، كذا في فتاوى قاضي خان....سن آدمي طحن في وقر حنطة لا يؤكل، ولا يؤكله البهائم بخلاف ما يقشر من جلدة كفه قدر جناح الذباب أو نحوه واختلط بالطعام للضرورة،وكذا العرق إذا تقاطر في العجين فالقليل منه لا يمنع الأكل، كذا في القنية. (الفتاوى الهندية: كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل: 338/5، 339.ط/رشيديه).

2) (و) كل (ما ليس بحدث) أصلا بقرينة زيادة الباء كقيء قليل ودم لو ترك لم يسل (ليس بنجس) عند الثاني وهو الصحيح رفقا بأصحاب القروح.الدرالمختار، مطلب نواقض الوضوء، بعد مطلب حكم كى الحمصة، 130/1.الدر المختار شرح تنوير الأبصار، محمد علاء الدين بن علي الحصكفي (المتوفى: 1088ھ) -كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة: (140/1)،ط: دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، 1423ھ-2002م.

آرام فرماتے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا پسینہ مبارک شیشی میں جمع کیا کرتی تھیں، حافظ ابن حجرؒ اس کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس سے انسان کے بالوں اور پسینے کی طہارت معلوم ہوتی ہے۔[1] امام دار قطنی نے روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہاری رینٹ اور آنکھوں کے آنسو اور چھوٹے برتن میں رکھا پانی سب برابر ہیں۔[2] اس قسم کی اشیاء میں سے اگر کوئی کھانے پینے کی چیزوں میں شامل ہو جائے تو کیا حکم ہو گا؟ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ ہتھیلی کی کھال سے جو چھلکا جھڑتا ہے، اگر مکھی کے پر کے برابر کھانے میں شامل ہو جائے

1) عن أنس: أن أم سليم كانت تبسط للنبي صلى الله عليه وسلم نطعا فيقيل عندها على ذلك النطع قال فإذا نام النبي صلى الله عليه وسلم أخذت من عرقه وشعره فجمعته في قارورة ثم جمعته في سك قال فلما حضر أنس بن مالك الوفاة أوصى إلي أن يجعل في حنوطه من ذلك السك قال فجعل في حنوطه. (صحيح البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي: كتاب الاستئذان، باب من زار قوما فقال عندهم: 929/2. ط/قديمي).

ـــــ ويستفاد من هذه الروايات اطلاع النبي صلى الله عليه وسلم على فعل أم سليم وتصويبه ولا معارضة بين قولها أنها كانت تجمعه لأجل طيبه وبين قولها للبركة بل يحمل على أنها كانت تفعل ذلك للأمرين معا .....قال وفيه طهارة شعر الآدمي وعرقه. (فتح الباري، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي: كتاب الاستئذان، باب من زار قوما فقال عندهم: 72/11. ط/ دار المعرفة - بيروت، 1379).

2) عن عمار بن ياسر قال: أتى علي رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا على بئر أدلو ماء في ركوة لي فقال يا عمار ما تصنع قلت يا رسول الله بأبي وأمي أغسل ثوبي من نخامة أصابته فقال يا عمار إنما يغسل الثوب من خمس من الغائط والبول والقيء والدم والمني يا عمار ما نخامتك ودموع عينيك والماء في ركوتك إلا سواء. (سنن الدار قطني، أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي بن مسعود بن النعمان بن دينار البغدادي الدارقطني (المتوفى: 385ھ): كتاب الطهارة، باب نجاسة البول والأمر بالتنزه منه: 127/1. ط/ دار المعرفة - بيروت، 1386-1966).

توچونکہ اس سے بچنا مشکل ہے اس لیے بوجہ ضرورت اس کا استعمال جائز ہے، اسی طرح اگر پسینے کے قطرے آٹے کے اندر گرجائیں اور تھوڑی مقدار میں ہوں تو کھانے سے مانع نہیں ہیں، [1] امام احمد بن علی سے انسانی پسینے، رینٹ اور آنسو کے بارے میں پوچھا گیا کہ اگران میں سے کوئی چیز شوربے یا پانی میں پڑجائے تو شوربہ کھایا جائے گا اور پانی پیا جائے گا؟جواب دیا کہ ہاں! جب تک یہ چیزیں غالب نہ ہوں اور طبیعت کو اس سے گھن محسوس نہ ہونے لگے۔ [2]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ انسانی آنسو، تھوک یا پسینہ وغیرہ اگرکسی پروڈکٹ میں شامل ہو تو اس کا استعمال اس وقت جائز ہے کہ جب:

1) قلیل مقدار میں ہوں۔
2) یہ چیزیں پروڈکٹ کا غالب حصہ نہ ہوں۔
3) طبیعت کو پروڈکٹ کے استعمال سے گھن نہ محسوس ہوتی ہو۔
4) ان سے احتیاط بہت مشکل ہو۔

---

1) سن آدمي طحن في وقر حنطة لا يؤكل، ولا يؤكله البهائم بخلاف ما يقشر من جلدة كفه قدر جناح الذباب أو نحوه واختلط بالطعام للضرورة، وكذا العرق إذا تقاطر في العجين فالقليل منه لا يمنع الأكل، كذا في القنية.(الفتاوى الهندية: كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل: 5/338، 339.ط/رشيديه).

2) وسئل عن عرق الآدمي ونخامته ودمعه إذا وقع في المرقة أو في الماء هل يأكل المرقة ويشرب الماء قال نعم ما لم يغلب ويصير مستقذرا طبعا. (البحر الرائق، زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970ھ): كتاب الكراهية، الاكل والشرب....: 8/185.ط/سعيد).

اس چوتھی شرط کی رو سے اگر کوئی پروڈکٹ ایسی ہو جس میں قصداً انسانی آنسو یا تھوک شامل کیاجاتاہو تواس کااستعمال جائزنہ ہوگا کیونکہ اجازت بوجہ ضرورت ہے اور اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ بچنااوراحتیاط کرنابہت مشکل ہو۔ غور کیجیے! توفقہاء کی ذکر کردہ مثالیں ان حالات کی ہیں جن میں نہ چاہتے ہوئے بھی تھوک یاپسینہ کسی چیز میں شامل ہو جائے، ظاہر ہے اس طرح کی ضرورت اور مجبوری کے حالات پر نہ تو عام حالات کو قیاس کیاجاسکتاہے اور نہ ہی یہ قرین انصاف اور اصول شریعت کے موافق ہے کہ مجبوری کی حالت میں جو گنجائش ملی ہواس کواس قدر عام کیاجائے کہ تجارتی بنیادوں پراشیاء میں انسانی آنسو یاپسینہ شامل کرنے کی اجازت دے دی جائے، اگر یہ اجازت دے دی جائے تو شریعت کی عطا کردہ اجازت نہ ہو گی کیونکہ شریعت تو کرامت انسانیت اوراحترام آدمیت کے تصور پر قائم ہے، جب کہ انسان کے تھوک سے انتفاع اس کرامت اور احترام کے خلاف ہے جو شریعت نے انسان کو بخشاہے علاوہ ازیں شریعت نے تنگی سے بچنے کی وجہ سے اجازت دی ہے جس سے خوب واضح ہے کہ اجازت استثنائی حالات تک محدود ہے اور ضرورت کے بقدر ہے۔

حرمت بوجہ سکر

(24) نشہ

نشہ کو عربی میں سُکر (سین کے ضمہ اور کاف کے سکون کے ساتھ) اور نشہ آور شے کو مسکر کہتے ہیں۔ نشہ کی شرعی تعریف اس کی قانونی اور طبّی تعریف سے مختلف ہے۔ یہ اس سرور اور مستی کا نام ہے جو نشہ آور اشیاء کے استعمال سے پیدا ہوتی ہے، اس حالت میں عقل زائل تو نہیں ہوتی مگر مغلوب ہو جاتی ہے اور انسان عقل کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے، چونکہ عقل زائل نہیں ہوتی اس لیے انسان شریعت کا مکلف رہتا ہے۔ ایک ضعیف قول کے مطابق اگرچہ عقل زائل ہو جاتی ہے مگر وہ شریعت کا مکلف رہتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو یہ گویا احکام شریعت کی خلاف ورزی کی ترغیب دینا ہوگا۔[1] بعض نے کہا کہ یہ ایک ایسی غفلت ہے جس کا اثر سرور و مستی اور اعضاء کے ڈھیلے پن کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے مگر اس کا سبب کوئی آفت یا مرض نہیں بلکہ کھانے پینے یا سونگھنے والی نشہ آور شے ہوتی ہے۔

---

1) (قوله : وسكر) أي وينقضه سكر وهو سرور يغلب على العقل بمباشرة بعض الأسباب الموجبة له فيمتنع الإنسان عن العمل بموجب عقله من غير أن يزيله ؛ ولذا بقي أهلا للخطاب وقيل إنه يزيله وتكليفه مع زوال عقله بطريق الزجر عليه والتحقيق الأول - البحر الرائق، زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ)، مكتبة رشيديه، كوئٹه، 40/1).

امام حنیفہؒ کے نزدیک شریعت میں حالت نشہ میں ہونااس وقت کہاجاتاہے جب انسان نشہ کے اثرسے کچھ نہ سمجھ سکےاور نہ ہی مرد اور عورت کے درمیان فرق کرسکے یا جوزمین اورآسمان اور مرد وعورت میں تمیزنہ کرسکے۔[1] صاحبین نزدیک جب گفتگو خلط ملط ہواوراس میں ہذیان غالب ہوتواسے حالت نشہ میں ہونا کہتے ہیں۔اسی تعریف کی طرف اکثرمشایخ کامیلان ہے،ائمہ ثلاثہ کی رائے بھی اسی کے موافق ہے،عام لوگ بھی اسی کو نشہ سمجھتے ہیں اور عالم اسلام میں بھی تقریباصاحبین کے مسلک پر ہی عمل ہے۔حضرت امام صاحب سے جو تعریف منقول ہے،اس کے متعلق محققین کا کہنا ہے کہ وہ امام صاحب کے نزدیک شراب نوشی پر حد کے لیے ہے ورنہ دیگراحکام میں ان کے نزدیک بھی وہی تعریف ہے جو صاحبین سے منقول ہے۔[2]

---

1) وفي الجامع : السكران الذي يحد هو الذي لا يعقل مطلقا قليلا كان أو كثيرا ولا يعرف الرجل من المرأة ولا الأرض من السماء عند الإمام : وفي شربه الأصل إذا ذهب عقله وكان كلامه مخبطا يعتبر الغالب وإن كان النصف مستقيما والنصف غير مستقيم لا يقام عليه الحد.البحر الرائق، زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى:970هـ)،(262/22)

ــــ (قوله والسكران الذي يحد) لسكره من غير الخمر عند أبي حنيفة (هو الذي لا يعقل منطقا لا قليلا ولا كثيرا. ولا يعقل الرجل من المرأة) زاد في الفوائد الظهيرية: ولا الأرض من السماء (وقالا: هو الذي يهذي ويخلط) وبه قال الأئمة الثلاثة.--- والمراد أن يكون غالب كلامه هذيانا. . .(وإليه مال أكثر المشايخ) واختاروه للفتوى لأن المتعارف إذا كان يهذي يسمى سكران. . .(ولأبي حنيفة أنه يؤخذ في أسباب الحدود بأقصاها درءا)--- وأما في ثبوت الحرمة فما قالا فاحتاط في أمر الحد وفي الحرمة-(فتح القدير، كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي المعروف بابن الهمام (المتوفى: 861هـ)،: كتاب الحد65صود، باب حدالشرب:312/5.ط/دارالفكر).

2) مطلب في تعريف السكران وحكمه قوله(أوسكران) السكرسروريزيل العقل فلا يعرف به

ہر شائستہ مذہب کی طرح اسلام میں بھی نشہ حرام ہے،[1] چنانچہ اگر نشہ ناجائز طریقے سے پیدا کیا جائے یا اس کے لیے ناجائز اشیاء کا استعمال کیا جائے یا جائز اشیاء کا نشے کے لیے استعمال کیا جائے مثلاً پٹرول یا گلو کو اس مقصد کے لیے سونگھا جائے تو حرام ہے لیکن اگر نشہ ناجائز طریقے سے یا ناجائز اشیاء سے پیدا نہ کیا جائے، مثلاً پیاس سے جان جانے کا خوف ہو اور بجز شراب کوئی اور چیز میسر نہ ہو یا حلال دوا یا غذا کا بطور دوا یا غذا استعمال کیا جائے اور نشہ پیدا ہو جائے تو حرام نہیں ہے۔[2]

السماء من الأرض وقالا بل يغلب على العقل فيهذي في كلامه...قلت لكن صرح المحقق ابن الهمام في التحرير أن تعريف السكر بما مر عن الإمام إنما هو في السكر الموجب للحد... وأما تعريفه عنده في غير وجوب الحد من الإحكام فالمعتبر فيه عنده اختلاط الكلام والهذيان كقولهما ونقل شارحه ابن أمير حاج عنه أن المراد أن يكون غالب كلامه هذيانا...ومال أكثر المشايخ إلى قولهما وهو قول الأئمة الثلاثة واختاروه للفتوى لأنه المتعارف... وبه ظهر أن المختار قولهما في جميع الأبواب فافهم.رد المختار على الدر المختار، محمد علاء الدين بن علي الحصكفي (المتوفى: 1088هـ)، كتاب الطلاق ،مطلب في تعريف السكران وحكمه: (3/239)،ط: سعيد).

1) واعلم أن إزالة العقل بتناول المسكر يحكم العقل بقبحه لا محالة...ولذلك اتفق جميع الملل والنحل على قبحه بالمرة(حجة الله البالغة، أحمد بن عبد الرحيم بن الشهيد وجيه الدين بن معظم بن منصور المعروف بـ «الشاه ولي الله الدهلوي» (المتوفى: 1176هـ) : ابواب المعيشة، باب2 الاطعمةوالاشربة، حرمةالخمر مطلقا: 2/473، 474، 575. ط/زمزم كراتشي،بتحقيق الشيخ سعيد احمد البالن بوري).

2) اعلم أن السكر حالة تعرض للإنسان من امتلاء دماغه من الأبخرة المتصاعدة إليه فيتعطل معه عقله المميز بين الأمور الحسنة والقبيحة وهو حرام بالإجماع لكن الطريق المفضي إليه قد يكون أيضا حراما كما في الأربعة السابقة وقد يكون مباحا في الأربعة= =اللاحقة وسكر المضطر إلى شرب الخمر والسكر الحاصل من الأدوية والأغذية المتخذة من غير العنب. درر الحكام شرح غرر الأحكام، محمد بن فرامرز بن علي الشهير بملا - أو منلا أو المولى- خسرو (المتوفى: 885هـ)– كتاب الجنايات شرب دردي الخمر والامتشاط

(25) نشہ آور اشیاء

جن اشیاء میں نشہ پایا جاتا ہے انہیں منشی اشیاء یا اشیاء مسکرۃ کہتے ہیں۔ شریعت کی نظر میں نشہ کے پہلو سے اشیاء کی تقسیم اس طرح ہے کہ :

اشیاء دو قسم پر ہیں:

1) نشہ آور

2) غیر نشہ آور

جو نشہ آور ہیں، وہ پھر دو قسم پر ہیں:

1) سیال (مائع)

2) غیر سیال (غیر مائع، جامد، خشک)

جو سیال ہیں، ان کی پھر دو قسمیں ہیں:

1) چار حرام شرابیں

2) چار حرام شرابوں کے علاوہ اور شرابیں

به:(404/5) ط: دار إحياء الكتب العربية.

(26) خمر

چار حرام شرابوں میں سے ایک "خمر" ہے۔ لغت میں خمر کے کئی معانی ہیں جیسے ڈھانپنا، چھپادینا، خمیر آنا، گڈمڈ کردینا، شدت آنا وغیرہ۔ ان معانی میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ سب ہی خمر میں پائے جاتے ہیں، خمر عقل پر چھاجاتی ہے، اس میں خلل اور فتور کا باعث بنتی ہے، پڑے پڑے اس میں خمیر آجاتا ہے اور خمیر آنے سے اس کی بواور تاثیر بدل جاتی ہے اور جب اس میں جھاگ آجائے تو کامل شدت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔[1]

---

1) سميت خمرا لأنها تخمر العقل وتستره أو لأنها تركت حتى أدركت واختمرت أو لأنها تخامر العقل أي: تخالطه والعنب والستر والكتم كالا خمار وسقي الخمر والاستحياء وترك العجين والطين ونحوه حتى يجود كالتخمير. (القاموس المحيط، مجد الدين أبو طاهر محمد بن يعقوب الفيروزآبادى (المتوفى: 817هـ): باب الراء، فصل الخاء:22/2.ط/الهيئة المصرية العامة للكتاب،سنة الطبعة:1398هـ=1978م).

___ (و) الخمر: (الستر)، خمر الشيء يخمره خمرا: ستره. (و) الخمر: (الكتم، كالإخمار)، فيهما: يقال، خمر الشيء وأخمره ستره. وخمر فلان الشهادة وأخمرها: كتمها، وهو مجاز. (تاج العروس، محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني، أبو الفيض، الملقّب بمرتضى، الزَّبيدي (المتوفى: 1205هـ): فصل الخاء من باب الراء، خمر: 211/2.ط/ دار الهداية).

___ وفي اشتقاق الخمر كلام قيل سميت بها لأنها تخمر العقل بالتشديد أي تغطيه ومنه اختمار المرأة بخمارها أي تغطيها به وقيل لأن شاربها يخمر الناس من حد ضرب أي يستحيي منهم وقال الخليل بن أحمد سميت بها لاختمارها وهو إدراكها وغليانها وقال ابن الأعرابي سميت بها لأنها تركت فاختمرت واختمارها تغير ريحها وخمرة الطيب بضم الخاء وتسكين الميم وخمرته بفتح الخاء والميم ريحه وقيل هو من قولك خمر عليه الخبر أي خفي من حد علم سميت بها لأن من سكر منها خفي عليه كل شيء وقيل هو من قولك=

شریعت میں خمر کا مفہوم یہ ہے کہ انگور کا عرق پڑے پڑے جوش مارے، اس میں تیزی آجائے اور جھاگ پھینکنے لگے۔اس تعریف کی رو سے خمر میں تین صفات کا ہونا ضروری ہے:

جوش مارے یعنی ابلنے لگے۔

اس میں تیزی آجائے، تیزی کا مطلب یہ ہے کہ نشہ آور ہو جائے۔

اور جھاگ پھینکنے لگے۔

خمر کا یہ مفہوم حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، جب کہ صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جھاگ لانا شرط نہیں ہے اور یہی اظہر ہے جیسا کہ شرنبلالیہ میں مواہب سے منقول ہے۔[1]

=خمر الشهادة أي كتمها من حد دخل سميت بها لأنها تكتم المحاسن وقيل هو من الخمرة بضم الخاء وهي التي تجعل في العجين ويسميها الناس الخمير وهي مادته وأصله سميت بها لأنها أم الخبائث أي أصلها كما ورد به الحديث وقيل هي من قولهم فلان يدب في الخمر بفتح الخاء والميم إذا كان يستخفي وهو ما واراك من جرف وشجر ونحو ذلك وهو كناية عن الاغتيال والخمر تغتال العقل وهو الإهلاك على خفاء وقيل هي من قولهم خامر الرجل المكان أي لازمه فلم يبرحه سميت بها لأن أكثر من شرع في شربها لازمها وقيل هي من قولهم داء مخامر أي مخالط سميت بها لأن من أدمنها خالطه الأدواء والأسواء فهذه عشرة أقاويل. (طلبة الطلبة، عمر بن محمد بن أحمد بن إسماعيل، أبو حفص، نجم الدين النسفي (المتوفى: 537ھ): كتاب الاشربة، خ م ر:62/4.المكتبة الشاملة).

1) (حرمت الخمر وإن قلت وهي التي من ماء العنب إذا غلى واشتد وقذف بالزبد)... ثم القذف بالزبد شرط عنده وعندهما إذا اشتد صار مسكرا قذف بالزبد أو لا.(درر الحكام شرح غرر الأحكام محمد بن فرامرز بن علي الشهير بملا -أو منلا أو المولى- خسرو (المتوفى: 885ھ): كتاب الاشربة: 86/2. ط/دار احياء الكتب العربية).

خمر کا حکم یہ ہے کہ اس کا تھوڑااور بہت سب ہی حرام ہے کیونکہ اس کی ذات ہی حرام ہے، خواہ اس کے پینے سے نشہ ہو یا نہ ہو، اس کی نجاست نشہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی ذات ہی نجس ہے اور جو اسے حلال سمجھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، مسلمان کے حق میں یہ قابل قیمت نہیں ہے، اس کی خرید وفروخت باطل ہے، پینے والے پر حد واجب ہے، پکانے سے اس کے حکم میں فرق نہیں آتا، اس سے فائدہ اٹھانا یہاں تک کہ جانور کو پلانا، گارے میں ڈالنا، ادویات، مشروبات، ماکولات، زیب وزینت کے آلات، خوشبویات یا دیگر مصنوعات میں اس کا استعمال اگرچہ ذائقہ یا مہک کے لیے ہو سب حرام ہے۔[1]

___ (الأول: الخمر وهي النيء) بكسر النون فتشديد الياء (من ماء العنب إذا غلى واشتد وقذف) أي رمى (بالزبد) أي الرغوة ولم يشترطا قذفه وبه قالت الثلاثة وبه أخذ أبو حفص الكبير، وهو الأظهر كما في الشرنبلالية عن المواهب.(الدر المختار، محمد علاء الدين بن علي الحصكفي (المتوفى: 1088ھ)،: كتاب الاشربة: 259/2. ط: سعيد).

___ (الخمر، وهي عصير العنب) النئ (إذا) ترك حتى (غلى): أي صار يفور (واشتد): أي قوي وصار مسكراً (وقذف): أي رمي (بالزبد): أي الرغوة، بحيث لا يبقى شيء منها فيصفو ويرق، وهذا قول أبي حنيفة .(اللباب في شرح الكتاب، عبد الغني بن طالب بن حمادة بن إبراهيم الغنيمي الدمشقي الميداني الحنفي (المتوفى: 1298ھ) : كتاب الاشربة : 342/1 ط/دار الكتاب العربي).

1) أما بيان الأحكام فنقول أما الخمر فلها أحكام ستة الأول تحريم شرب قليلها وكثيرها ويحرم الانتفاع بها للتداوي وغيره لكن عند أبي حنيفة ما لم تسكن من الغليان يباح شربها وعندهما إذا صار مسكرا يحرم شربه وإن لم يسكن من الغليان قال عليه السلام حرمت الخمر لعينها قليلها وكثيرها والسكر من كل شراب والثاني تكثير جاحد حرمتها لأن حرمتها ثبتت بنص الكتاب والثالث يحرم تمليكها وتملكها بسبب الملك من البيع والهبة وغيرهما مما للعباد فيه صنع والرابع هي نجسه نجاسة غليظة حتى إذا أصاب الثوب أكثر من قدر الدرهم يمنع جواز الصلاة لقوله تعالى: ﴿رجس من عمل=

انگور کے شیرے سے کشید کردہ شراب تو بالاجماع حرام ہے اور حقیقی خمر کے مصداق میں داخل ہے مگر اس کے بعد اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب خمر کے مصداق میں داخل ہے مگر امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف تین اور شرابیں ہیں جن پر خمر کا اطلاق ہوتا ہے، اگرچہ حقیقی خمر اور ان کے احکام میں کچھ فرق ضرور ہے۔

(27) طلاء

انگور کے کچے شیرے کو ''عصیر'' کہتے ہیں۔[1] خالص شیرے کو جب ابلنے اور جوش مارنے سے پہلے آگ یا سورج کی حرارت سے اتنا پکالیا جائے کہ اس کا دو تہائی سے کم جاتا رہے یعنی ایک تہائی سے زیادہ رہ جائے یا ایک تہائی سے کم جل جائے یعنی دو تہائی سے زیادہ رہ جائے تو اسے طلاء کہتے ہیں۔[2] اگر شیرہ خالص نہ ہو بلکہ اس میں پانی کی

=الشیطان﴾ والخامس يجب الحد بشرب قليلها وكثيرها بإجماع الصحابة عليه والسادس يجب فيه الحد مقدرا بثمانين سوطا في حق الأحرار وفي حق العبيد نصف ذلك. (تحفة الفقهاء، محمد بن أحمد بن أبي أحمد، أبو بكر علاء الدين السمرقندي (المتوفى: نحو 540هـ): كتاب الاشربة: 3/326، 327.ط: دار الكتب العلميه بيروت).

1) ظ(و) الثانی (الطلاء ،وهو العصير) يراد به النی من ماء العنب، فقد ذكر فی المبسوط: ان النیء من ماء العنب يسمیٰ عصيرا. (شرح ملامسكين علی كنز الدقائق، معين الدين الهروی، الطبعة الاولی، دار الكتب العلمية، بيروت 2/216).

2) (الثاني العصير إذا طبخ فذهب أقل من ثلثه وهو الطلاء) الاختيار لتعليل المختار، عبد الله بن محمود بن مودود الموصلي البلدحي، مجد الدين أبو الفضل الحنفي (المتوفى: 683هـ)، كتاب الأشربة: (4/99)، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، تاريخ النشر: 1356هـ-1937م).=

آمیزش ہو تو پھر اسے ’’جمہوری‘‘اور ’’فختج‘‘ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔[1] المغرب جو خالص فقہی لغات کی کتاب ہے اس میں ہے کہ طلاء دراصل ہر اس گاڑھے مشروب کو کہتے ہیں جو تارکول، مٹی، مہندی اور روغن وغیرہ ان چیزوں جیسا ہو جو لپائی کے کام آتی ہوں۔[2] اس کا یہ نام پڑنے کی وجہ بھی یہ ہے کہ یہ اس طلاء (تارکول) سے بہت ملتا جلتا ہے جس سے خارشی اونٹوں کو لیپا جاتا ہے۔[3] علامہ حسن بن عمار شرنبلالیؒ لکھتے ہیں کہ

=وهو الذي طبخ حتى ذهب أقل من ثلثيه. تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي الحنفي (المتوفى: 743ھ) - (45/6)ط: المطبعة الكبرى الأميرية -بولاق، القاهرة، الطبعة: الأولى، 1313ھ.

(وأما) الطلاء فهو اسم للمطبوخ من ماء العنب إذا ذهب أقل من الثلثين وصار مسكرا بدائع الصنائع، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587ھ)، كتاب الاشربة، في بيان معانيها (112/5) ط: سعيد)

1) وفی جامع الرموز الطلاء ماء عنب خالص طبخ قبل الغليان بالشمس اوبالنار فذہب اقل من ثلثيه فبقيد الخالص خرج الفختج والجمهوری. كشاف 948/4-والجمهوري: هو الطلاء المذكور ولكن صب فيه من الماء مقدار ما ذهب منه بالطبخ ثم طبخ بعد ذلك أدنى طبخ وصار مسكرا وحكمه حكم الباذق-الجوهرة النيرة، أبوبكر بن علي بن محمد الحدادي العبادي الزَّبِيدِيّ اليمني الحنفي (المتوفى: 800ھ)، كتاب الأشربة، الأشربة المحرمة أربعة: (233/5)، ط: المطبعة الخيرية) الطبعة: الأولى، 1322ھ.

2) الطلاء اسم لكل ماغلظ من الاشربة شبه بالطلاء الذى يطلى به البعير من قطران ونحوه. كشاف حواله بالا. قال ابن الأثير رحمه الله الطلاء بالكسر والمد الشراب المطبوخ من عصير العنب، وهو الرب وأصله القطران الخاثر الذي يطلى به الإبل اهوقال في المغرب: والطلاء كل ما يطلى به من قطران أو نحوه ومنه حديث عمر ما أشبه هذا بطلاء الإبل ويقال لكل ما خثر من الأشربة طلاء على التشبيه حتى سمي المثلث .اھ. تبيين الحقائق، فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي الحنفي (المتوفى: 743ھ) - (17/6)ط: المطبعة الكبرى الأميرية -بولاق، القاهرة، الطبعة: الأولى، 1313ھ.

3) وسمي بالطلاء لقول عمر رضي الله عنه ما أشبه هذا بطلاء البعير وهو القطران الذي يطلى به البعير الجربان. الدر المختار شرح تنوير الأبصار، محمد علاء الدين بن علي الحصكفي، كتاب الاشربة (٦٧٦/١) الطبعة: الأولى، 1423ھ- 2002م، دار الكتب العلمية.

طلاء کالفظ ایک سے زائد معانی پر بولا جاتا ہے، جب انگور کا شیرہ پکالیا جائے تو اسے طلاء کہتے ہیں خواہ دو تہائی سے کم خشک ہو گیا ہو یا آدھا جل گیا ہو یا تہائی جاتا رہا ہو۔[1] عام طور پر کتب میں مذکور ہے کہ اگر شیرہ کو تھوڑا پکالیا جائے یا آدھے سے کم بخارات بن کر اڑ جائے یا تھوڑا خشک ہو یا زیادہ مگر جب دو ثلث سے کم خشک ہوا ہو تو اسے ''باذق'' کہتے ہیں[2] اور اگر آدھا جل جائے تو اسے ''منصف'' اور اگر ایک تہائی جاتا رہے تو اسے ''مثلث'' کہتے ہیں۔[3] فتح القدیر میں ہے انگور کا شیرہ پکانے کے بعد اگر دو تہائی سے کم

1) (6/451) - وأما تسمية فلأن الطلاء يطلق بالاشتراك على أشياء كثيرة منها العصير الذي ذهب أقل من ثلثيه والذي ذهب نصفه والذي ذهب ثلثاه والذي ذهب ثلثه ويسمى بالطلاء كل ما طبخ من عصير العنب مطلقا. حاشية الشرنبلالى على دررالحكام شرح غررالحكام، 402/5-المكتبة الشاملة.

2) لأن الباذق هو المطبوخ أدنى طبخة. بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع،علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587هـ)، كتاب الأشربة، في بيان معانيها: (5/112) ط:سعيد).

—— وإن طبخ حتى ذهب أكثر من نصفه فحكمه حكم الباذق والمنصف في ظاهر الرواية. البحر الرائق، زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ)، كتاب الأشربة: (8/217) ط: مكتبة ماجدية).

—— وفي الهداية كما في المتن اعتبر الذاهب أقل من ثلثيه ويسمى الباذق أيضا سواء كان الذاهب قليلا أو كثيرا بعد أن لم يكن الذاهب ثلثين- مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الابحر، عبد الرحمن بن محمد بن سليمان المدعو بشيخي زاده, يعرف بداماد أفندي (المتوفى: 1078هـ)، (2/569)،ط: دار إحياء التراث العربي.

3) (فإن ذهب نصفه) بالطبخ وبقي النصف (سمي منصفا وإن طبخ بأدنى طبخة سمي باذقا) مجمع الأنهر، عبد الرحمن بن محمد بن سليمان المدعو بشيخي زاده, يعرف بداماد أفندي (المتوفى: 1078هـ)،(2/569)،ط: دار إحياء التراث العربي.

—— (المثلث) العنبي وإن اشتد وهو ما طبخ من ماء العنب حتى يذهب ثلثاه ويبقى ثلثه- الدر المختار شرح تنوير الأبصار، محمد علاء الدين بن علي الحصكفي (المتوفى : 1088هـ)- (1/677)،ط: دار الكتب العلمية،الطبعة: الأولى، 1423هـ- 2002م.

جل جائے تواس کی دو قسمیں ہیں اگر معمولی پکایا جائے تو اسے باذق کہتے ہیں اور اگر پکانے سے آدھا اڑ جائے تو اسے منصف کہتے ہیں[1]۔مثلث وہ ہے جس کا ایک ثلث باقی رہے،اسے طلاء بھی کہا گیا ہے[2] مگر مثلث حلال ہے بشر طیکہ میٹھا ہو[3] اس

---

1) والمعنى : أن العصير المطبوخ الذاهب أقل من ثلثيه على قسمين : أحدهما المطبوخ أدنى طبخة المسمى الباذق، والآخر المنصف وهو ما ذهب نصفه بالطبخ.فتح القدير لكمال بن الهمام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي المعروف بابن الهمام (المتوفى: 861هـ)، كتاب إحياء الموات،فصل في الدعوى والاختلاف والتصرف فيه،-(97/10)،ط:دار الفكر).

2) وقيل إذا ذهب ثلثه فهو الطلاء.الاختيار لتعليل المختار، عبد الله بن محمود بن مودود الموصلي البلدحي، مجد الدين أبو الفضل الحنفي (المتوفى: 683هـ)، كتاب الأشربة: (99/4) ط: دار الكتب العلمية، بيروت، طبعة: 1356هـ- 1937 م.

ـــ وفي الينابيع الطلاء ما يطبخ من عصير العنب في نار أو شمس حتى ذهب ثلثاه وبقي ثلثه. البحر الرائق، زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ) كتاب الاشربة: (112/8)، ط: ماجدية).

ـــ وقيل الطلاء هو المثلث وهو المطبوخ من ماء العنب حتى ذهب ثلثاه وبقي معتقا وصار مسكرا . بدائع الصنائع، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587هـ) كتاب الاشربة، بيان معانيها: (112/5)، ط: سعيد).

ـــ وأما الطلاء فهو اسم للمثلث وهو المطبوخ من ماء العنب بعدما ذهب ثلثاه وبقي الثلث وصار مسكرا.تحفة الفقهاء، محمد بن أحمد بن أبي أحمد، أبو بكر علاء الدين السمرقندي (المتوفى: نحو 540هـ)، كتاب الأشربة: - (3 / 326) ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة: الثانية، 1414هـ- 1994 م.

3) وانما قيد بقوله :اقل،لانه ان ذهب ثلثاه فمادام حلوا يحل شربه عندالكل واذاغلى واشتد يحل شربه عندهما مالم يسكر خلافا لمحمد. (شرح منلامسكين على كنز الدقائق،معين الدين الهروى،216/2،الطبعة الاولى،دار الكتب العلمية،بيروت).

ـــ وقال قاضيخان: ماء العنب إذا طبخ - وهو الباذق - يحل شربه ما دام حلواً عند الكل، وإذا غلى واشتد وقذف بالزبد يحرم قليله وكثيره- اللباب في شرح الكتاب، عبد الغني بن طالب بن حمادة بن إبراهيم الغنيمي الدمشقي الميداني الحنفي (المتوفى: 1298هـ) كتاب الأشربة: (214/3) ط: المكتبة العلمية، بيروت، لبنان.

ـــ حل هذا المثلث المسمى بالطلاء على ما في المحيط ثابت لشرب كبار الصحابة رضي الله عنهم كما في الشرنبلالية.الدر المختار شرح تنوير الأبصار، محمد بن علي بن محمد الحِصْني=

لیے راجح قول کے مطابق طلاء وہ ہے جس کا پکانے کے بعد دو تہائی سے کم جا تارہا ہو، مگر صرف اس قدر جلانے سے بھی یہ مشروب حرام نہیں ہو جاتا بلکہ ابال، گاڑھاپن، جھاگ کا پھینکنا اور نشہ آور ہونا بھی شرط ہے چنانچہ اگر شیرے کو دو تہائی سے کم خشک کیا جائے مگر اس میں ابال اور جھاگ وغیرہ پیدا نہ ہو تو وہ بالاتفاق حلال ہے اور جب اتنا پکانے کے بعد وہ جوش کھا کر ابلنے لگے، گاڑھا ہو جائے اور جھاگ پھینکنے لگے تو پھر بالاتفاق حرام ہے اور اگر جھاگ نہ پھینکے مگر جوش مارے اور تیزی آجائے اگر نشہ آور نہیں ہے تو شیخین کے نزدیک حلال ہے۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ اصل علت نشہ آور ہونا ہے اور ابال آنا، گاڑھا ہونا نشہ آور ہونے کی ظاہری علامات ہیں۔ بعض صحابہ اور تابعین سے جو طلاء کا پینا ثابت ہے وہ بھی اس صورت میں ہے کہ طلاء غیر نشہ آور ہو اور فقہاء بھی جوش و ابال کے ساتھ مسکر ہونے کی قید لگاتے ہیں اور فنی پہلو سے بھی عمل تخمیر کے نتیجے میں مٹھاس الکحل اور گیس میں تبدیل ہو جاتی ہے، اس تبدیلی کے عمل میں حرارت بھی پیدا ہوتی ہے اور گیس بلبلوں کی صورت میں ظاہر ہو جاتی ہے جو مشروب کے نشہ آور ہونے کی علامت ہوتی ہے۔

=المعروف بعلاء الدين الحصكفي الحنفي (المتوفى: 1088هـ) كتاب الاشربة: (676/1) ط: دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، 1423هـ- 2002م.

1) (والكل) أي الثلاثة المذكورة (حرام إذا غلي واشتد) وإلا لم يحرم اتفاقا وإن قذف حرم اتفاقا. الدر المختار شرح تنوير الأبصار، محمد بن علي بن محمد الحِصْني المعروف بعلاء الدين الحصكفي الحنفي (المتوفى: 1088هـ) كتاب الأشربة: (676/1) ط: دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، 1423هـ- 2002م

—— وفى المكى وقبله اى قبل القذف والاشتداد حلال عندالكل امااذا اشتد ولم يقذف فهو على الخلاف عندابى حنيفة لايحرم وعندهما يحرم اه وقد تقدم اعتماد قولهما. طحطاوى على الدر 224.

(28) نقیع تمر

تیسری حرام شراب نقیع تمر ہے ،اسے سین اور کاف کے فتحہ اورراء کے سکون کے ساتھ ''سکر'' بھی کہتے ہیں۔یہ کھجور کی کچی شراب ہوتی ہے،جب کھجور کا کچا شیرہ جوش کھاکر گاڑھاہو جائے، جھاگ پھینکنے لگے اور اس میں نشہ پیدا ہو جائے تو حرام ہے، کھجور خواہ کچی ہو یا پکی ہو یا چھوہارا ہو۔اس شراب میں بھی صاحبین کے نزدیک جھاگ پھینکنا شرط نہیں ہے۔ (1)

(29) نقیع زبیب

کشمش کا پانی جب گاڑھا ہو کر اس میں شدت آجائے، جھاگ پیدا ہو جائے اور نشہ آور ہو جائے۔اس شراب میں بھی جھاگ کی شرط صرف حضرت امام ابو حنیفہؒ کے

---

1) وأما نقيع التمر وهو يسمى السكر وهو النيء من ماء الرطب فهو حرام أيضا.الجوهرة النيرة أبوبكر بن علي بن محمد الحدادي العبادي الزَّبِيدِيّ اليمني الحنفي (المتوفى: 800هـ)، كتاب الأشربة، الأشربة المحرمة أربعة: (5 / 233) ، ط: المطبعة الخيرية) الطبعة: الأولى، 1322هـ.

ـــــ وأما السكر فهو النيء من ماء الرطب بعدما غلي واشتد وقذف بالزبد وسكن غليانه عنده وعندهما إذا غلي ولم يسكن غليانه .(تحفة الفقهاء، ، محمد بن أحمد بن أبي أحمد، أبو بكر علاء الدين السمرقندي (المتوفى: نحو 540هـ) : كتاب الاشربة: 325/3. ط: دار الكتب العلميه بيروت).

ـــــ وأما السكر فهو اسم للنيء من ماء الرطب إذا غلا واشتد وقذف بالزبد أو لم يقذف على الاختلاف .(بدائع الصنائع،للكاسانى: كتاب الاشربة:112/5.ط/سعيد).

نزدیک ہے۔[1]

یہ چاروں یعنی انگور کی کچی و پکی اور کھجور اور کشمش کی شرابیں، نجس بھی ہیں اور حرام بھی ہیں اوران کاداخلی وخارجی استعمال ناجائز ہے۔[2]

(30) دیگر شرابیں

چار حرام شرابوں کے علاوہ جو دیگر شرابیں ہیں،وہ شیخین کے نزدیک پاک ہیں اوران کاخارجی استعمال جائز ہےاور داخلی استعمال اس حدتک جائز ہے کہ نشہ نہ ہو اور مقصد لہوولعب نہ ہو۔امام محمداورائمہ ثلاثہ کامسلک جیساکہ بیان ہوایہ ہے کہ خمر عام ہےاوراس کااطلاق ہر سیال نشہ آورشے پر ہوتاہے،اس لیے جمہور کے نزدیک تمام شرابیں نجس بھی ہیں اور حرام بھی ہیں۔

1) وأما نقيع الزبيب فهو اسم للنيء من ماء الزبيب المنقوع في الماء حتى خرجت حلاوته إليه واشتد وقذف بالزبد أو لا على الخلاف .(بدائع الصنائع، للكاسانی :كتاب الاشربة: 112/5، ط/سعيد).

ـــــ والرابع نقيع الزبيب النيء إذا اشتد وقذف بالزبد على الاختلاف.(الجوهرة النيرة، أبوبكر بن علي بن محمد الحدادي العبادي الزَّبِيدِيّ اليمني الحنفي (المتوفى: 800ھ)، كتاب الأشربة، كتاب الاشربة: 268/2.ط/مكتبه حقانيه،ملتان).

2) (والكل) أي الثلاثة المذكورة(حرام إذا غلي واشتد) وإلا لم يحرم اتفاقا وإن قذف حرم اتفاقا.الدر المختارشرح تنويرالأبصار، محمد بن علي بن محمد الحِصْني المعروف بعلاء الدين الحصكفي الحنفي (المتوفى: 1088ھ) كتاب الاشربة: (1/ 677) ط: دار الكتب العلمية،الطبعة:الأولى، 1423ھ- 2002م.

(31) جامد نشہ آور اشیاء

جو غیر سیال نشہ آور اشیاء ہیں، جیسے: افیون اور بھنگ وغیرہ وہ پاک اور حلال ہیں اور جائز اغراض کے لیے ان کا اتنی مقدار استعمال جائز ہے جو مضر یا مسکر نہ ہو۔

(32) الکحل

الکحل سے مراد وہ نہیں جو ہر قدرتی شے میں بطور جزء کے موجود ہوتی ہے اور وہ بھی نہیں جو ایک خاص مرحلے پر کسی شے میں خود بخود پیدا ہو جاتی ہے بلکہ اس سے مراد وہ ہے جو اشیاء میں سے برآمد کرلی جاتی ہے۔ اگر اسے قدرتی اشیاء مثلاً پھلوں اور سبزیوں سے برآمد کیا جائے تو اسے قدرتی الکحل اور اگر پٹرول یا کیمیکل وغیرہ سے کشید کیا جائے تو اسے مصنوعی الکوحل کہا جاتا ہے۔ الکحل دراصل شراب کا جوہر اور روح ہے اور اسپرٹ اس کی اور زیادہ تیز اور طاقت ور شکل ہے۔ شراب کی تمام اقسام میں نشہ آور عنصر الکحل ہے جو صرف انگور اور کھجور سے نہیں بلکہ مختلف اشیاء سے حاصل کیا جاتا ہے اس لیے الکحل کا حکم اس کے ماخذ کے اعتبار سے مختلف ہوگا چنانچہ اگر کسی شے میں الکحل کا ملایا جانا ثابت ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ وہ انگور یا کھجور سے کشید کیا ہوا ہے تو وہ چیز جمہور کے نزدیک ناپاک اور حرام ہوگی اگر معلوم ہو کہ الکحل انگور و کھجور کے علاوہ کسی اور چیز سے کشید کیا گیا ہے تو شیخین کے نزدیک پروڈکٹ پاک اور حلال ہوگی

بشرطیکہ نشہ کی حدتک اس میں الکحل شامل نہ ہو مگر امام محمد اور ائمہ ثلاثہ یعنی امام شافعی، امام مالک اور احمد بن حنبل کے نزدیک پروڈکٹ نجس اور حرام ہو گی۔ آج کل فتوی شیخین کے قول پر ہے مگر ضروری ہے کہ الکحل بقدر مضر یا مسکر پروڈکٹ میں شامل نہ ہو۔ اگر الکحل کا ماخذ معلوم نہ ہو لیکن قرائن کی بنا پر اغلب یہ ہو کہ الکحل انگور و کھجور سے حاصل کردہ نہیں ہے جیسا کہ آج کل اغلب یہی ہے تو ایسی مصنوعات کو حلال اور پاک تصور کیا جائے گا۔[1]

1) وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة التى عمت بها البلوى اليوم، فانها تستعمل فى كثير من الادوية والعطور والمركبات الاخرى، فانها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى، ولا يحرم استعمالها للتداوى أو لأغراض مباحة أخرى ما لم تبلغ حد الاسكار، لأنها إنما تستعمل مركبة مع المواد الأخري، ولا يحكم بنجاستها أخذا بقول أبي حنيفة رحمه الله تعالى. وإن معظم الكحول التى تستعمل اليوم فى الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشر أو البترول وغيره، كما ذكرنا في باب بيع الخمر من كتاب البيوع، وحينئذ هناك فسحة فى الأخذ بقول أبى حنيفة عند عموم البلوي. والله سبحانه أعلم.(506/3، كتاب الاشربه، ط؛دار العلوم كراچى)وفيه ايضا:
ـــــ وانما نبهت على هذا لان الكحول المسكرة اليوم صارت تستعمل فى معظم الادوية ولاغراض كيمياوية اخرى ولا تستغنى عنها كثير من الصناعات الحديثة، وقد عمت بها البلوى واشتدت اليها الحاجة والحكم فيها على قول ابى حنيفة سهل لانها ان لم تكن مصنوعة من النئى من ماء العنب فلا يحرم بيعها عنده والذى يظهر لى ان معظم هذه الكحول لاتصنع من العنب، بل تصنع من غيرها، وراجعت له دائرة المعارف البريطانية المطبوعة 1950م (544/1) فوجدت فيها جدولا للمواد التى تصنع منها هذه الكحول فذكر فى جملتها العسل، والدبس، الحب، والشعير، والجودار وعصيرانا ناس (التفاح الصوبرى) والسلفات والكبريتات ولم يذكر فيه العنب والتمر، فالحاصل ان هذه الكحول لو لم تكن مصنوعة من العنب والتمر فبيعها للاغراض الكيمياوية جائز باتفاق بين ابى حنيفة وصاحبيه، وان كانت مصنوعة من التمر او من المطبوخ من عصير=

(33) مشروبات میں شامل گیس کا حکم

چینی بنانے کے عمل میں شیرہ بنتاہے اور اس سے کیمیائی عمل کے نتیجے میں الکحل اور کاربن ڈائی آکسائیڈ حاصل کی جاتی ہے۔ جس وقت یہ دونوں حاصل ہوتی ہیں اس وقت الکحل نیچے رہتاہے اور گیس اوپر کو اٹھ کر جمع ہو جاتی ہے۔ ماہرین کے مطابق یہ گیس نہ خود الکحل ہے اور نہ ہی الکحل سے بنتی ہے اور نہ یہ الکحل کا بھاپ ہے بلکہ شیرے کی پیداوار ہے۔ لیکن شیرے کی پیداوار ہونے کے باوجود اس میں قلیل مقدار میں الکحل شامل ہوتاہے جو مقدار صفائی کے بعد مزید کم ہو جاتی ہے۔ سافٹ ڈرنک کی صورت میں جو مشروبات اس وقت رائج ہیں، ان میں دس لاکھ میں سے ایک حصہ اس کا ہوتاہے۔ گویا ان میں الکحل نہ ہونے کے برابر ہوتاہے، مگر چونکہ ہوتا ضرور ہے، اس لیے اس کا جواب نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

یہ گیس پاک ہے اور جن مشروبات میں یہ شامل ہو وہ بھی حلال ہیں کیونکہ چار حرام شرابوں کے علاوہ بقیہ شرابیں پاک ہیں تو جو گیس پاک شے سے کشید کی جائے وہ بھی پاک ہونی چاہیے اور اگر شراب کو ناپاک بھی فرض کر لیا جائے تو مذکورہ گیس

=العنب فکذلک عند ابی حنیفة، خلافا لصاحبیه، ولو کانت مصنوعة من العنب النئ فبیعها حرام عندهم جمیعا، والظاهر ان معظم الکحول لا تصنع من عنب ولا تمر فینبغی ان یجوز بیعها لاغراض مشروعة فی قول علماء الحنفیة جمیعا. تکملة فتح الملهم (551/1، حکم الکحول المسکرة، ط: دار العلوم کراچی) احسن الفتاوی کتاب الاشربة: 484/8. بحوث فی قضایا فقهیة معاصرة: 340/1.

پھر بھی اس قیاس سے پاک ٹھہرتی ہے کہ نجاست کا دھواں اور بخارات اصح قول کے مطابق ناپاک نہیں ہے۔[1] صحیح قول کے مطابق انسان سے جو ریح خارج ہوتی ہے وہ بھی پاک ہے اور اگر کسی گیلے کپڑے کو لگ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ناپاک پانی کا بھاپ بدن پر لگ جائے تو بدن ناپاک نہیں جب تک بھاپ اس قدر نہ ہو کہ بدن سے ٹپک جائے،[2] اس کے علاوہ نجاست سے جو کیڑا پیدا ہوتا ہے اسے بھی پاک لکھا ہے۔[3]

علاوہ ازیں شراب سے سرکہ بنانا اور استعمال کرنا جائز ہے حالانکہ سرکہ میں قلیل مقدار میں الکحل ہوتا ہے تو اس گیس کو بھی پاک ہونا چاہیے۔[4]

---

1) دخان النجاسة إذا أصاب الثوب أو البدن الصحيح إنه لا ينجسه هكذا في السراج الوهاج وفي الفتاوى إذا أحرقت العذرة في بيت فعلا دخانه وبخاره إلى الطابق وانعقد ثم ذاب أو عرق الطابق فأصاب ماؤه ثوبا لا يفسد استحسانا ما لم يظهر أثر النجاسة وبه أفتى الإمام أبو بكر محمد بن الفضل كذا في الفتاوى الغياثية وكذا الإصطبل إذا كان حارا وعلى كوته طابق أو بيت البالوعة إذا كان عليه طابق فعرق الطابق وتقاطر وكذا الحمام إذا أحرق فيه النجاسة فعرق حيطانها وكواها وتقاطر كذا في فتاوى قاضي خان لو استنجى بالماء ولم يمسحه بالمنديل حتى فسا عامتهم على أنه لا يتنجس ما حوله وكذا لو لم يستنج ولكن ابتل السراويل بالعرق أو بالماء ثم فسا كذا في الخلاصة .(الفتاوى الهندية: الباب السابع في النجاسة وأحكامها،الفصل الثاني في الأعيان النجسة:47/1.ط/رشيديه).

2) ومايصيب الثوب من بخارات النجاسة قيل:ينجسه وقيل : لا ،وهو الصحيح. وفى الحلية استنجى بالماء وخرج منه ريح لاينجس عند عامة المشايخ وهو الاصح وكذا اذا كان سراويله مبتلا.(رد المحتار على الدر المختار،محمد أمين بن عمر ابن عابدين،(المتوفى: 1252ھ) : كتاب الطهارة،باب الانجاس،قبيل مطلب العرقي....: 325/1.ط/سعيد).

3) الثاني أن الدودة حيوان وهو طاهر في الأصل .(البحر الرائق، زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970ھ) :كتاب الطهارة.نواقض الوضوء: 43/1.ط/سعيد).

4) وأصل المسألة أن تخليل الخمر بالعلاج جائز عندنا، ويحل تناول الخل بعد التخليل. (المبسوط للسرخسي،محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي (المتوفى: 483ھ): كتاب الاشربة: 22/24.ط/دار المعرفة –بيروت،تاريخ النشر: 1414ھ- 1993م).

(34) دردی الخمر (Tartaric acid)

مائع اشیاء جیسے تیل، شہد اور شراب کی تہہ میں جو تلچھٹ رہ جاتی ہے اسے دردی کہتے ہیں، اسے روبہ یعنی خمیرہ بھی کہا جاتا ہے جو شیرہ پر شراب بنانے کی غرض سے ڈالا جاتا ہے۔ "دردی الخمر" خمر کی تلچھٹ اور کدورت کو کہتے ہیں۔

اس پر اتفاق ہے کہ عام شرابوں کی طرح یہ بھی:

حرام ہے۔

نجس ہے۔

اس سے فائدہ اٹھانا ناجائز و حرام ہے۔

حنفیہ کے علاوہ دیگر مسالک میں اس کا ایک قطرہ پینا بھی حد کا موجب ہے، البتہ احناف کے نزدیک اگر نشے سے کم مقدار میں دردی خمر استعمال کر لیا جائے تو حد واجب نہیں ہوگی کیونکہ یہ شراب کی تلچھٹ اور کدورت ہوتی ہے اور اس طرح رغبت اور شوق سے نہیں پی جاتی جس طرح دیگر حرام شرابیں پی جاتی ہیں، عادی شرابی بھی اسے ناپسند کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خمریت کا وصف اس میں ناقص ہے، اس نقص کی وجہ سے اس کے پینے والے پر حد واجب نہیں، مگر چونکہ یہ حرام اور نجس ہے اس لیے اس کا پینا اور استعمال میں لانا جائز نہیں اور جس پروڈکٹ میں دردی خمر شامل ہو اس کا استعمال بھی جائز نہیں۔[1]

---

1) ودردي الشيء: ما يبقى أسفله قهستاني.(ردالمحتار، محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252ھ): كتاب الاشربة: 457/6.ط/سعيد).=

(35) حرمت بوجہ خبث

طیب کی ضد ''خبیث'' ہے۔ ''طیب'' ایسی عمدہ، پسندیدہ اور دل لبھانے والی چیز کو کہتے ہیں جس میں حلال ہونا بھی شامل ہو تو اس کے مقابلے میں ''خبیث'' ناپاک، گھٹیا اور ناپسندیدہ کو کہتے ہیں۔

طیب کا معیار فطرت سلیمہ اور طبیعت مستقیمہ کی رغبت پر ہے تو خبیث کا معیار بھی طبائع سلیمہ کی نفرت پر ہے۔ قرآن کریم نے خبائث کو حرام قرار دیا ہے جس سے گندی اور ناقابل نفرت چیزیں مراد ہیں، اس لیے جو چیزیں سلیم الطبع انسانوں کو ناپسند ہوں اور انہیں ان سے گھن آتی ہوں وہ حرام ہیں البتہ بعض اوقات کوئی چیز خبیث ہوتی ہے مگر

=دردي الخمر: أي كدره أو عكره، ودردي الشيء: مايبقى أسفله. فالمراد به: مافي أسفل وعاء الخمر من عكر.(هامش الفقه الاسلامي وادلته : الباب السابع: الحظر والإباحة، المبحث الثاني-الأشربة، خلط الخمر بغيرها: 176/4.ط/دار الفكر، سورية، دمشق، الطَّبعة الرَّابعة).

ويكره شرب دردي الخمر والانتفاع به لأن الدردي من كل شيء بمنزلة صافيه والانتفاع بالخمر حرام فكذلك بدرديه وهذا لأن في الدردي أجزاء الخمر.ولو وقعت قطرة من خمر في ماء لم يجز شربه والانتفاع به فالدردي أولى(المبسوط للسرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي (المتوفى: 483هـ) : كتاب الاشربة: 20/24.ط/ دار المعرفة -بيروت، تاريخ النشر: 1414هـ- 1993م).

ويكره شرب دردي الخمر والامتشاط به) لأنه من أجزاء الخمر، ولا يحدّ شاربه ما لم يسكر، لأنه ناقص ، إذ الطباع السليمة تكرهه وتنبو عنه، وقليله لا يدعو إلى كثيره فصار كغير الخمر.(الاختيار لتعليل المختار، عبد الله بن محمود بن مودود الموصلي البلدحي، مجد الدين أبوالفضل الحنفي (المتوفى: 683هـ): كتاب الاشربة قبيل كتاب السرقة: 121/4. ط/دار الفكر العربي).

اس کا خبث پوشیدہ ہوتا ہے یا اس کا خبث تو ظاہر ہوتا ہے مگر انسانی طبیعت مستقیم نہیں رہتی، ایسے حالات میں انبیائے کرام علیہم السلام کا فیصلہ حجت ہوتا ہے کیونکہ ان پر نہ اشیاء کا خبث مخفی رہ سکتا ہے اور نہ ہی ان کی طبیعت استقامت کھو سکتی ہے، وہ انسانوں میں سب سے زیادہ جاننے والے اور سب سے زیادہ فطرت سلیمہ کے مالک ہوتے ہیں اس لیے جن چیزوں کو وہ خبیث قرار دیں وہ واقعی خبیث ہوتی ہیں۔

جملہ حشرات الارض اسی علت کی بنا پر حرام ہیں کہ ان میں خبث ہوتا ہے مگر خبیث ہونے کے ساتھ کوئی شئ پاک بھی ہو سکتی ہے مثلاً مچھلی کے علاوہ دیگر دریائی جانوروں میں خبث ہے مگر وہ پاک بھی ہیں۔ پاک ہونے کی وجہ سے ان کا خارجی استعمال جائز ہے اور حلال نہ ہونے کی وجہ سے ان کا داخلی استعمال جائز نہیں۔[1]

1) وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ (الأعراف: 157).

___ ولا يحل ذو ناب يصيد بنابه ...ولا الحشرات)هي صغار دواب الأرض واحدها حشرة... ثم قال: والخبيث ما تستخبثه الطباع السليمة...وتحته في الرد: قال في معراج الدراية: أجمع العلماء على أن المستخبث حرام بالنص وهو قوله تعالى: ويحرم عليهم الخبائث..." (الدر المختار مع رد المحتار: محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى: 1252ھ) كتاب الذبائح: 305/6.ط/سعيد).

___ وحل غراب الزرع...لا الأبقع...والحشرات...يعني هذه الأشياء لا تؤكل...والحشرات فلأنها من الخبائث وقد قال تعالى: ويحرم عليهم الخبائث...". (البحر الرائق، زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970ھ) كتاب الذبائح: 172/8. ط: سعيد).

(36) کیڑوں کی آمیزش والے ماکولات

جس چیز کے اندر کیڑا ریزہ ریزہ ہوگیا ہو وہ پاک ہے مگر اس کا خوردنی استعمال جائز نہیں البتہ اس اصول سے ٹڈی مستثنیٰ ہے۔ بڑی دیگ میں اگر مکھی گر جائے تو دیگ ناپاک نہیں ہوتی، مگر مکھی کا کھانا پھر بھی جائز نہیں رہتا۔ پھلوں کے اندر اگر کیڑے پڑ گئے ہوں مگر ان میں روح نہ پڑی ہو اور انہیں نکالنا مشکل ہو تو پھل کی تبعیت میں انہیں کھانا جائز ہے۔ جس پروڈکٹ میں کارمائن شامل ہو اس کا خوردنی استعمال جائز نہ ہوگا کیونکہ کیڑے سے حاصل کردہ رنگ ہے۔[1]

---

1) عن محمد رحمه الله إذا تفتت الضفدع في الماء كرهت شربه لا للنجاسة بل لحرمة لحمه وقد صارت أجزاؤه فيه، وهذا تصريح بأن كراهة شربه تحريمية وبه صرح في التجنيس فقال يحرم شربه. (فتح القدير شرح الهداية، كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي= =المعروف بابن الهمام (المتوفى: 861ھ): كتاب الطهارة، فصل في الغسل، باب الماء الذي يجوز به الوضوء وما لا يجوز: 84/1.ط/دار الفكر).

— فما لا دم له أصلا مثل الجراد والزنبور والذباب والعنكبوت والخنفساء والعقرب والببغاء ونحوها لا يحل أكله إلا الجراد خاصة". (الفتاوى الهندية: الباب الثانى فى بيان ما يؤكل من الحيوان: 289/5.ط/رشيديه).

— دود لحم وقع فى مرقة لا يتنجس ولا توكل المرقة ان تفسخ فيها، اى لانه ميتة وان كان طاهرا، قلت: وبه يعلم حكم الدود فى الفواكه والثمار... ويوخذ منه ان اكل الجبن او الخل او الثمار كالنبق بدوده لا يوز ان نفخ فيه الروح. (ردالمحتار، محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252ھ): كتاب الطهارة، باب الانجاس: 349/1.ط/سعيد).

(37) مضرت

اگرچہ اصل اشیاء میں اباحت ہے مگر اس کائنات میں کوئی چیز خیر محض یا مجموعہ شر نہیں بلکہ نفع اور نقصان دونوں ہی پہلو اپنے اندر رکھتی ہے، یہاں تک کہ ایک ہی چیز ایک شخص کے لیے مفید اور دوسرے کے لیے مضر ہوتی ہے بلکہ ایک ہی شخص کے لیے ایک پہلو سے مفید اور دوسرے پہلو سے ضرر رساں ہوتی ہے، یا اس کے بعض خواص مفید اور بعض مضر ہوتے ہیں، اس لیے جس میں منفعت کا پلہ مضرت پر بھاری ہو گا وہ جائز اور مباح ہو گی اور جس چیز میں نقصانات کو فوائد پر غلبہ ہو گا وہ حرام اور ناجائز ہو گی۔ قرآن کریم نے خمر کی خوبیوں کا بھی اعتراف کیا ہے مگر چونکہ نقصان کا پہلو اس میں غالب ہے اس لیے اسے حرام قرار دیا ہے۔[1] مضر سے مراد یہ بھی ہے کہ وہ انسانی

---

1) الاصل في المنافع الاباحة وفي المضار التحريم.(التقرير والتحبير لإبن اميرالحاج، أبو عبد الله، شمس الدين محمد بن محمد بن محمد المعروف بابن أمير حاج ويقال له ابن الموقت= =الحنفي (المتوفى: 879): المقالة الثانية في أحوال الموضوع، الباب الأول في الأحكام وفيه أربعة فصول:135/2.ط/ دار الفكر، بيروت، سنة النشر 1417هـ-1996م)

ـــــ الأصل في المنافع الإذن وفي المضار المنع.(البحر المحيط: كتاب الأدلة المختلف فيها، الأصل في المنافع الإذن...:322/4.ط/ دار الكتب العلمية، سنة النشر 1421هـ-2000م).

ـــــ والأصل في المضار أي: الأشياء الضارة التحريم، لقوله -عليه الصلاة والسلام-: "لا ضرر ولا ضرار في الإسلام" رواه أبو داود في المراسيل.(تيسير الوصول الى منهاج الاصول: الكتاب الخامس: في دلائل اختلف فيها، الباب الأول: في المقبولة منها: لأول: الأصل في المنافع الإباحة: 96/6.ط/ دار الفاروق الحديثة للطباعة والنشر - القاهرة، الطبعة: الأولى، 1423هـ-2002م).=

صحت کے لیے ضرر رساں نہ ہواور یہ بھی مراد ہے کہ وہ انسانی روح اور اخلاق کو نقصان نہ دیتی ہو ورنہ دنیا کی لذیذ اور نفیس چیزیں بھی آخرت میں نقصان دہ ثابت ہوں گی۔ بدن کے لیے نقصان دہ ہونا انسان اپنے تجربے اور عقل و فہم سے معلوم کر سکتا ہے مگر روح کے لیے نقصان دہ ہونا وحی الٰہی سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔

(38) حرمت بوجہ نجاست

جو چیز گندی اور پلید ہے[1] اس کا کھانا جائز نہیں جیسے پیشاب، بہتا خون، پیپ، جو

ـــــ =الأعيان مثلا، لها ثلاث حالات: 1_ اما أن يكون فيها ضرر محض ولا نفع فيها البتة كان كل الأعشاب السامة القاتلة. 2_ واما أن يكون فيها نفع محض ولا ضرر فيها أصلا.
3_ واما أن يكون فيها نفع من جهة وضرر من جهة، فان كان فيها الضرر وحده، ولانفع فيها أو مساويا له فهي حرام لقوله: (لا ضرر ولا ضرار)، وان كان نفعها خالصا لا ضرر معه أو معه ضرر خفيف والنفع أرجح منه، فأظهر الأقوال الجواز- مذكرة أصول الفقه للشيخ الشنقيطي، الشيخ محمد الأمين بن المختار الشنقيطي رحمه الله - (1 / 17)المكتبة الشاملة.

1) والنجس كل مستقذر في الأصل مصدر استعمل اسما يطلق على الحقيقي وهو الخبث وعلى الحكمي وهو الحدث.(مجمع الانهر في شرح ملتقى الأبحر، عبد الرحمن بن محمد بن سليمان المدعو بشيخي زاده, يعرف بداماد أفندي (المتوفى: 1078هـ): كتاب الطهارة، باب الانجاس: 86/1.ط/ دار الكتب العلمية،سنة النشر 1419هـ-1998م).

ـــــ النجس بفتحتين مصدر نجس الشيء نجسا،ثم استعمل اسما لكل مستقذر... والنجاسة ضد الطهارة،فالنجس لغة يعم الحقيقي والحكمي، وعرفا يختص بالأول كالخبث. وإذا أحدث الإنسان ونقض وضوءه يقال له : محدث ، ولا يقال له نجس في عرف الشارع. أما الخبث فيخص النجاسة الحقيقية كما أن الحدث يخص الحكمية ، والطهارة ارتفاع كل واحد=

جانور شرعی طریقہ سے ذبح نہ کیا گیا ہو، حرام شرابیں، زندہ جانور سے جدا کیا ہوا ایسا عضو جس میں حس ہو، خنزیر، ان جانوروں کا دودھ جن کا گوشت کھانا حرام ہے، مردار کا انڈا اگرچہ اسے ذبح کیا گیا ہو، حلال جانور کا گندا انڈا جب خون بن جائے۔[1]

(39) پاک مگر غیر حلال اشیاء

جو چیز ناپاک ہے اس کا کھانا حرام ہے مگر جو پاک ہے ضروری نہیں کہ اس کا کھانا حلال ہو، بنا برایں: درج ذیل اشیاء اگرچہ پاک ہیں مگر ان کا کھانا حلال نہیں:

1) مچھلی کے علاوہ پانی کے تمام حیوانات اوران کے اجزاء[2]

2) کیڑے مکوڑے: جن کیڑوں میں خون ہی نہ ہو وہ مرنے کے بعد بھی ناپاک نہیں ہوتے، لیکن ان کا کھانا جائز نہیں۔[3]

=منهما.(الموسوعة الفقهية الكويتية: حدث، الألفاظ ذات الصلة، نجس: 110/17. ط/ الطبعة الثانية،طبع الوزارة).

___ والحرمة فرع النجاسة.(ردالمحتار،محمد أمين بن عمر ابن عابدين،(المتوفى: 1252ھ) : كتاب الخنثى،مسائل شتى: 732/6.ط/سعيد).

1) *بہشتی زیور: حصہ نہم، طبّی جوہر ضمیمہ ثانیہ، حیوان کا بیان، ص:658تا663.ط/دارالاشاعت کراچی*).

2) أما الذي يعيش في البحر فجميع ما في البحر من الحيوان يحرم أكله إلا السمك خاصة فإنه يحل أكله إلا ما طفا منه.(الفتاوى الهندية: كتاب الذبائح،الباب الثاني في بيان ما يؤكل من الحيوان وما لا يؤكل: 289/5.ط/رشيديه).

3) ....هذه الدودة إن لم يكن لها نفس سائلة تكون ميتتها طاهرة كالذباب والبعوض وإن لم يجز أكلها .(ردالمحتار، محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى : 1252ھ): كتاب البيوع،باب البيع الفاسد،مطلب في تعريف المال: 51/5.ط/سعيد).

3) خشکی کے وہ تمام جانور جن میں دم سائل نہ ہو۔[1]

4) وہ جانور جن کو شرعی طور پر ذبح کیا جائے ان کے تمام اعضاء سوائے دم مسفوح کے سب پاک ہو جاتے ہیں البتہ خنزیر ذبح کے بعد بھی ناپاک ہی رہتا ہے۔[2]

5) مردار کے بال اور خشک ہڈی وغیرہ۔

6) مردار کی کھال اور اعضاء جلدی جیسے مثانہ اوجھ، پتہ، پوست، سنگدانہ

---

1) قلت: أرأيت إن وقع في إنائه ذباب أو زنبور أو عقرب أو خنفساء أو جراد أو نمل أو صراصر فمات فيه أو وجد ذلك في الجب ميتا هل يفسد ذلك الماء؟ قال: لا، قلت: لم؟ قال: لأنه ليس له دم، فلا بأس بالوضوء منه وكذلك كل شيء ليس له دم قال نعم .(المبسوط للشيباني، أبو عبد الله محمد بن الحسن بن فرقد الشيباني (المتوفى: 189هـ) :كتاب الصلاة، باب الوضوء والغسل من الجنابة: 28/1.ط/ إدارة القرآن والعلوم الإسلامية).

ـــــ (وموت ما ليس له نفس سائلة) أي دم سائل (في الماء) ومثله المائع، وكذا لو مات خارجه وألقي فيه (لا ينجسه) لأن المنجس اختلاط الدم المسفوح بأجزائه عند الموت، حتى حل المذكى وطهر لانعدام الدم في، هداية، وذلك (كالبق والذباب والزنابير والعقارب) ونحوها. (اللباب فى شرح الكتاب، عبد الغني بن طالب بن حمادة بن إبراهيم الغنيمي الدمشقي الميداني الحنفي (المتوفى: 1298هـ) : كتاب الطهارة:١/١٣-ط/ دار الكتاب العربي).

2) (وإذا ذبح ما لا يؤكل لحمه طهر جلده ولحمه إلا الخنزير والآدمي) فإن الذكاة لا تعمل فيهما ، لأن الذكاة تزيل الرطوبات و تخرج الدماء السائلة ، وهي المنجسة لا ذات اللحم والجلد فيطهر كما في الدباغ. (الاختيار لتعليل المختار: عبد الله بن محمود بن مودود الموصلي البلدحي، مجد الدين أبو الفضل الحنفي (المتوفى: 683هـ)، كتاب الذبائح :13/5.ط/دار الكتب العلمية).

ـــــ واما الدم المسفوح فانه حرام وهو من المحرمات الاصلية.(النتف في الفتاوى للسغدي: أبو الحسن علي بن الحسين بن محمد السُّغْدي، حنفي (المتوفى: 461هـ) كتاب النبائح والصيد، ما يكره من الشاة المذبوحة: 151/1.ط/ دار الكتب العلمية).

وغیرہ دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں۔[1]

7) سانپ اور چھپکلی جب کہ بالشت بھر سے چھوٹے ہوں۔[2]

8) حلال پرندوں کے فضلات۔[3]

---

1) ويحل من الميتة خمسة عشر شيئا الا الخنزير فانه لا ينتفع بشيء من جثته سوى بعض شعره فانه قد رخص فيه للاسفاكة 1 الصوف 2 والوبر 3 والشعر 4 والقرن 5 والسن 6 والظفر 7 والعظم 8 والظلف... والعاشر الجلد اذا دبغ فقد طهر في قول الفقهاء وابي عبد الله وفي قول مالك وابي ثور لا يحل الجلد وان دبغ والحادي عشر البيضة والثاني عشر اللبن حلال في قول ابي حنيفة وابي عبد الله لان الموت لا يلحقه وفي قول الشافعي كلاهما مكروهان وفي قول ابي يوسف ومحمد والشيخ الستة مباحة واللبن مكروه والثالث عشر العصب في قول اكثر الفقهاء وفي قول الشيخ هو محظور عنه والرابع عشر الحافر والخامس عشر المنقار. وقد قال بعض الفقهاء ان المصران والمثانة والكرش اذا دبغت فقد طهرت. (النتف في الفتاوى للسغدي: أبو الحسن علي بن الحسين بن محمد السُّغْدي، حنفي (المتوفى: 461ھ) كتاب الذبائح والصيد، ما يحل من الميتة: 151/1. ط/ دار الكتب العلمية: 1417ھ).

ــــ وفي البحر عن التجنيس: أصلح أمعاء شاة ميتة فصلى وهي معه جاز؛ لأنه يتخذ منها الأوتار وهو كالدباغ. (الفتاوى الشامي، محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252ھ) كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في أحكام الدباغة: 203/1. ط/سعيد). نیز ملاحظہ کیجیے: رسالہ طبّی جوہر حصہ نہم بہشتی زیور۔

2) وكذلك ما ليس له دم سائل مثل الحية والوزغ وسام أبرص وجميع الحشرات وهوام الأرض من الفأر والقراد والقنافذ والضب واليربوع وابن عرس ونحوها، ولا خلاف في حرمة هذه الأشياء إلا في الضب. (بدائع الصنائع، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587ھ): كتاب الذبائح والصيود، المأكول وغير المأكول من الحيوانات: 36/5. ط/سعيد).

ــــ (كسمك وسرطان) وضفدع إلا بريا له دم سائل وهو ما لا سترة له بين أصابعه فيفسد في الأصح كحية برية إن لها دم وإلا لا. قوله (كحية برية) أما المائية فلا تفسد مطلقا كما علم مما مر وكالحية البرية الوزغة لو كبيرة لها دم سائل. منية. (ردالمحتار على الدر المختار: كتاب الطهارة، باب المياه، قبيل مطلب حكم سائر المائعات كالماء في الأصح: 185/1. ط/سعيد).

3) وما يذرق في الهواء نوعان أيضا ما يؤكل لحمه كالحمام والعصفور والعقعق ونحوها وخرؤها طاهر عندنا. (بدائع الصنائع: كتاب الطهارة، فصل وأما الطهارة الحقيقية: 62/1. ط/سعيد).

9) پرندوں کے سوا حلال حیوانات کا لعاب، پسینہ اور میل۔[1]

10) انسان کا لعاب، پسینہ، میل، آنسو اور قے قلیل۔[2]

11) جامد شے بقدر نشہ۔[3]

12) نباتات بقدر نشہ۔[4]

13) غیر ماکول زندہ جانور سے الگ کیا ہوا ایسا عضو جس میں حس نہ ہو۔[5]

---

1) إذا أصاب لعاب ما يؤكل لحمه، أو عرقه ثوب إنسان تجوز الصلاة فيه؛ لأن ذلك متحلب من عينه فكان طاهرا كلبنه.(المبسوط للسرخسي: كتاب الصلاة، باب الوضوء والغسل: 48/1.ط/ دار المعرفة -بيروت: 1414ھ-1993م).

2) ما يخرج من الانسان فأما الانسان فان ما يخرج منه على ثلاثة اقسام قسم منه طاهر وبخروجه لا ينتقض الوضوء وان اصاب شيئا لا ينجسه وهو عشرة اشياء:

___ 1 وسخ الاذان 2 ودموع العين 3 والمخاط 4 والبزاق 5 والبلغم 6 واللبن 7 والعرق 8 ووسخ جميع البدن 9 والرمص 10 واللعاب وكذلك هذه الاشياء من البهائم المأكول لحمها وغير المأكولة لحمها طاهر كله .(النتف في الفتاوى للسغدي: أبو الحسن علي بن الحسين بن محمد السُّغْدي، حنفي (المتوفى: 461ھ) كتاب الطهارة، ما يخرج من الانسان، ص:26، 27.ط/دار الكتب العلمية، سنة الطبعة: 1417ھ).

___ ويجوز أكل مرقة يقع فيها عرق الآدمي أو نخامته أو دمعه .(الفتاوى الهندية :كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل وما يتصل به: 336/5.ط/رشيديه).

___ ما يخرج من بدن الإنسان إذا لم يكن حدثا لا يكون نجسا كالقيء القليل.(الفتاوى الهندية: كتاب الطهارة، الفصل الخامس في نواقض الوضوء: 11/1.ط/رشيديه).

3) أما الجامدات فلا يحرم منها إلا الكثير المسكر ولا يلزم من حرمته نجاسته كالسم القاتل فإنه حرام مع أنه طاهر .(الفتاوى الشامي: كتاب الاشربة: 455/6.ط/سعيد).

4) ولم نر أحدا قال بنجاستها ولا بنجاسة نحو الزعفران مع أن كثيره مسكر. (الفتاوى الشامي: كتاب الاشربة: 455/6.ط/سعيد).

5) ....ما أبين من الحي من الأجزاء إن كان المبان جزءا فيه دم كاليد والأذن والأنف ونحوها فهو نجس بالإجماع وإن لم يكن فيه دم كالشعر والصوف والظفر فهو طاهر عندنا خلافا للشافعي اھ.(البحر الرائق: كتاب الطهارة: 106/1.ط/سعيد).

14) الکحل بقدر نشہ جب کہ انگور یا کھجور سے نہ لیا گیا ہو۔[1]
15) عورت کا دودھ شیر خوار کے علاوہ کسی اور کے لیے۔[2]

(40) جانور کی قے

قے سے مراد وہ ہے جو کسی جانور کے پوٹے سے باہر نکلے، اگر گلے سے باہر آئے تو اس کا حکم اس جانور کے جھوٹے کا ہے۔ ہر جانور کی قے کا وہی حکم ہے جو اس کی بیٹ کا ہے، اگر بیٹ پاک ہے تو قے بھی پاک ہے اور اگر بیٹ نجاست غلیظہ ہے جیسے مرغی تو قے بھی نجاست غلیظہ ہے اور اگر بیٹ نجاست خفیفہ ہے جیسے کوا تو قے بھی نجاست خفیفہ ہے۔[3]

1) قوله: (ونبيذ العسل، والحنطة، والشعير، والذرة حلال وإن لم يطبخ) هذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف إذا شربه من غير لهو ولا طرب وكذا المتخذ من الدخن، والإجاص، والمشمس ونحوه لقوله عليه الصلاة والسلام (الخمر من هاتين الشجرتين وأشار إلى الكرمة، والنخلة). (الجوهرة النيرة: أبو بكر بن علي بن محمد الحدادي العبادي الزَّبِيدِيّ اليمني الحنفي (المتوفى: 800هـ) كتاب الاشربة، ص: 269. ط/مكتبه حقانيه ملتان).
ـــ وأما المتخذ من الحبوب والفواكه كالحنطة والشعير والذرة والإجاص ونحوها ما دام حلوا يحل شربه كذا في فتاوى قاضي خان .(الفتاوى الهندية: كتاب الحدود، الباب السابع في حد القذف والتعزير: 160/2. ط/رشيديه).
2) ولم يبح الإرضاع بعد مدته) لأنه جزء آدمي والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح. (الدر المختار: محمد علاء الدين بن علي الحصكفي (المتوفى : 1088هـ)، كتاب النكاح، باب الرضاع: 212/1. ط/سعيد، 1386هـ.
ـــ وفي شرح المنظومة الإرضاع بعد مدته حرام لأنه جزء الآدمي والانتفاع به غير ضرورة حرام على الصحيح .(مجمع الانهر: كتاب الرضاع: 552/1. ط/ دار الكتب العلمية، سنة النشر 1419هـ- 1998م.
3) مرارة كل حيوان كبوله وجرته كزبله.(الدر المختار شرح تنوير الأبصار، محمد علاء=

(41) نجاست سے آلودہ مائع کوپاک کرنے کا طریقہ

مائع اشیاء اگر کثیر مقدار میں نہ ہوں اور ناپاک ہو جائیں مثلا تیل، گھی، پانی، سرکہ یادودھ ناپاک ہو جائے مثلادودھ میں شراب کا قطرہ گرجائے تواس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ:

1) اتنا ہی پاک دودھ لے کر اوپر سے نیچے کسی ظرف میں بہایاجائے اوراس کے ساتھ ناپاک دودھ کی دھار ملالی جائے مگر یہ خیال رکھا جائے کہ ناپاک کی دھار بعد میں شروع کی جائے اور پہلے ختم ہو جائے،اس طریقے سے دودھ پاک ہو جائے گا.[1]

2) ناپاک دودھ میں پاک دودھ ڈالناشروع کیاجائے اورجب ناپاک دودھ کا برتن بھر کر بہنا شروع ہو جائے اور کچھ ہاتھ بہہ جائے تو برتن کا دودھ پاک ہو جائے گا.[2]

=الدين بن علي الحصكفي: كتاب الطهارة،باب الانجاس،فصل الاستنجاء، فروع: 57/1. ط/سعيد)(و) ينقضه (قيء ملأ فاه) بأن يضبط بتكلف (من مرة) بالكسر أي صفراء (أو علق) أي سوداء... (أو طعام أو ماء) إذا وصل إلى معدته وإن لم يستقر... ولوهو في المريء فلا نقض اتفاقا.(الدر المختار شرح تنوير الأبصار، محمد علاء الدين بن علي الحصكفي: كتاب الطهارة،نواقض الوضوء: 25/1،26.ط/سعيد).

1) اناءان ماء احدهما طاهر والآخر نجس، فصُبّا من مكان عال فاختلطا في الهواء ثم نزلا طهر كله، ولو أجرى ماء الإناءين في الأرض صار بمنزلة ماء جار .(ردالمحتار على الدر المختار، محمد أمين بن عمر ابن عابدين ،(المتوفى: 1252ه) : كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب الأصح أنه لا يشترط في الجريان لمدد: 187/1.ط/سعيد).

2) المائع كالماء والدبس وغيرهما طهارته باجرائه مع جنسه مختلطا به .جامع الرموز للقهستاني: 95/1.ط/مكتبه اسلاميه، ايران)المختارطهارة المتنجس بمجرد جريانه. (الدر المختار شرح تنوير الأبصار، محمد علاء الدين بن علي الحصكفي: كتاب الطهارة، باب المياه: 36/1.ط/سعيد).

3) ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ناپاک دودھ کے بقدر اس میں اتنا ہی پاک پانی ملادیا جائے اور آگ پر جوش دیا جائے یہاں تک پانی جل جائے اور تین مرتبہ یہی عمل دہرایا جائے۔[1]

4) اگر ناپاک شے جامد ہے تو نجاست اور اس کے اطراف میں سے تھوڑا کھرچ کر نکال دیا جائے، بشرطیکہ اس کا رنگ بو یا مزہ اس میں نہ آگیا ہو۔[2]

5) اگر ناپاک شے جامد ہے اور کھرچنے سے نجاست نہیں جائے گی مثلا نجاست اس میں جذب ہوگئی ہے تو اس کو رقیق اور سیال بنایا جائے اور پھر مائع اشیاء کے طریقے پر اسے پاک کر لیا جائے۔[3]

درج بالا طریقوں سے مائع پاک ہو جائے گا مگر وہ مضر ہے یا نہیں، اس کے بارے میں متعلقہ ماہرین سے دریافت کر لیا جائے۔

عمدۃ الفقہ میں نجاستوں سے پاکی کے درج ذیل طریقے مذکور ہیں:

---

1) لو تنجس العسل فتطهيره ان يصب فيه ماء بقدره فيغلي حتي يعود الي مكانه هكذا ثلث مرات. (دررالحکام شرح غررالحکام، محمدبن فراموز الشهیر بمنلا خسرو (المتوفى: 885ھ، باب تطهير الانجاس: 45/1. ط:دار السعادة، بيروت).

2) قوله (تقور) أي تقوير نحو سمن جامد من جوانب النجاسة فهو من استعمال مصدر اللازم في المتعدي كالطهارة بمعنى التطهير كما أفاده الحموي وخرج بالجامد المائع وهو ما ينضم بعضه إلى بعض فإنه ينجس كله ما لم يبلغ القدر الكثير على ما مر ا ه- فتح أي بأن كان عشرا في عشر وسيأتي كيفية تطهيره إذا تنجس. (ردالمحتار على الدر المختار محمد أمين بن عمر ابن عابدين -(315/1)ط:سعيد).

3) وحكم سائر المائعات كالماء في الاصح. (الدر المختار شرح تنوير الأبصار، محمد علاء الدين بن علي الحصكفي: كتاب الطهارة، باب المياه: 35/1.ط/سعيد).

1) دھونا

2) پونچھنا

3) خشک کرنا

4) چھیلنا

5) ذات کا بدل جانا

6) کھودنا(یعنی ناپاک زمین کی مٹی کھود کراوپر نیچے کرنا)

7) چمڑے کو دباغت کرنا

8) شراب کو نمک وغیرہ ڈال کر سرکہ بنانا

9) شراب کا خود بخود سرکہ بن جانا

10) جانور کا ذبح کرنا

11) خشک مٹی کا مل ڈالنا

12) موزے کا رگڑنا

13) نجس حوض میں پانی کا اس قدر داخل ہونا کہ وہ جاری ہو جائے

14) کنویں کے ناپاک پانی کا زمین کے اندر گھسنا(خشک ہونا)

15) بعض میں تصرف کرنا (یعنی بیلوں نے اناج بھوسے سے الگ کرتے ہوئے روندنے میں پیشاب و گوبر کر دیا اور اس اناج کو آپس میں تقسیم کیا گیا یا خیرات وغیرہ)

16) روئی کا دھنا

17) کنوئیں کے پانی کا نکال ڈالنا

18) ناپاک چیز کا آگ میں جل جانا

19) ابالنا(نجس، گھی، تیل وغیرہ پاک پانی کے ساتھ تین دفعہ ابالنا

20) بعض کا دھونا(جب کپڑے میں ناپاکی کی جگہ بھول گیا ہو)

بستہ چیز (جیسے جما ہوا گھی)میں نجاست نکال کر گڑھا کر دینا یعنی نجاست کے گردو پیش سے بھی کچھ گھی نکال دینا(ہر وہ ناپاک چیز جو بہنے والی چیز کے بغیر دوسرے طریقوں سے پاک ہو جاتی ہے مثلاپو نچھنے،خشک ہونے،جلنے،چھیلنے وغیرہ سے، صحیح یہ ہے کہ وہ تر ہونے سے پھر ناپاک نہیں ہوتی)[1]

1) عمدۃ الفقہ،مولانا سید زوار حسین شاہ رح ،اشاعت جدید،صفر،١٤٢٩ھ،ط:زوارا کیڈمی پبلی کیشنز،ناظم آباد، کراچی،ص ٢٧٦.

ـــــ قوله (وقد أنهيت في الخزائن الخ) ونصها ذكروا أن التطهير يكون بغسل وجري الماء على نحو بساط ودخوله من جانب وخروجه من آخر بحيث يعد جاريا وغسل طرف ثوب نسي محل نجاسته ومسح صقيل ومسح نطع وموضع محجمة وفصد بثلاث خرق وجفاف أرض ودلك خف وفرك مني واستنجاء بنحو حجر ونحو ملح وخشبة وتقور نحو سمن جامد بأن لا يستوي من ساعته وذكاة ودبغ ونار وندف قطن تنجس أقله وقسمة مثلي وغسل وبيع وهبة وأكل لبعضه وانقلاب عين وقلبها بجعل أعلى الأرض أسفل ونزح بئر وغورانها وغوران قدر الواجب وجريانها وتخلل خمر وكذا تخليلها عندنا وغلي اللحم عند الثاني ونضح بول صغير عند الشافعي فهذه نيف وثلاثون وفي بعضها مسامحة اه. ووجه المساحة ما أوضحه في النهر من أنه لا ينبغي عد التقور لأن السمن الجامد لم يتنجس كله بل ما ألقي منه فقط ولا قلب الأرض لبقاء النجاسة في الأسفل وكذا القسمة والأربعة بعدها وإنما يجوز الانتفاع لوقوع الشك في بقاء النجاسة في الموجود وكذا الندف ومن عده شرط كون النجس مقدارا قليلا يذهب بالندف وإلا فلا يطهر كما في البزازية اه أقول ومثل التقور=

(42) ضرورت سے نجاست کی طہارت

اگر کوئی چیز نجس ہو مگر ضرورت کی وجہ سے اس کے خارجی استعمال کی اجازت ہو جائے تو اس کی اباحت ثابت ہو جائے گی اور اباحت سے اس کی طہارت اور طہارت کی وجہ سے اس سے انتفاع جائز ہو جائے گا اور جب ضرورت ختم ہو جائے تو اس کی نجاست لوٹ آئے گی۔ (1)

=النحت على أن في كثير من هذه المسائل تداخلا ولا ينبغي ذكر نضح بول الصبي بالماء لأنه ليس مذهبنا هذا وقد زاد بعضهم نفخ الروح بناء على ما قدمناه آنفا عن الفتح وزاد بعضهم التمويه كالسكين إذا موه أي سقي بماء نجس يموه بماء طاهر ثلاثا فيطهر وكذا لحس اليد ونحوها.(رد المختار على الدر المختار، محمد أمين بن عمر ابن عابدين - (314/1) ط:سعيد).

1) قال (وَشَعْرِ الْخِنْزِيرِ وَيَنْتَفِعُ بِهِ لِلْخَرَزِ) أَيْ لَا يَجُوزُ بَيْعُ شَعْرِهِ وَيَجُوزُ الِانْتِفَاعُ بِهِ لِلْخَرَزِ لِأَنَّهُ نَجِسُ الْعَيْنِ فَلَا يَجُوزُ بَيْعُهُ إهَانَةً له . . . ولا بأس للأساكفة أن يصلوا مع شعر الخنزير وإن كان أكثر من قدر الدرهم ولو وقع في الماء القليل أفسده عند أبي يوسف لأن الإطلاق للضرورة فلا يظهر إلا في حالة الاستعمال وفي غير تلك الحالة بقي على الأصل وعند محمد لا يفسده لأن إطلاق الانتفاع دليل طهارته، والله أعلم . (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي ،المتوفى : 743هـ:كتاب البيع ،باب البيع الفاسد: 50/4.ط/ دار الكتب الإسلامي.سنة النشر 1313هـ).

ـــــ قال ولا يجوز بيع شعر الخنزير لأنه نجس العين فلا يجوز بيعه إهانة له ويجوز الانتفاع به للخرز للضرورة فإن ذلك العمل لا يتأتى بدونه ويوجد مباح الأصل فلا ضرورة إلى البيع ولو وقع في الماء القليل أفسده عند أبي يوسف رحمه الله وعند محمد رحمه الله لا يفسده لأن إطلاق الانتفاع به دليل طهارته ولأبي يوسف رحمه الله أن الإطلاق للضرورة فلا يظهر إلا في حالة الاستعمال وحالة الوقوع تغايرها.(الهداية شرح بداية المبتدي، أبي الحسن علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الرشداني المرغيناني :كتاب البيوع، باب البيع الفاسد:3/45. ط/المكتبة الإسلامية).=

(43) نجاست کی تبدیلی مشکوک ہو

اگر کسی چیز کے بارے میں یقینی علم ہو کہ وہ نجس ہے اور پھر شک پیدا ہو جائے کہ تبدیلیٔ ماہیت کے نتیجے میں وہ پاک ہوئی ہے یا نہیں تو اسے نجس ہی متصور کیا جائے گا کیونکہ اس کا نجس ہونا یقینی ہے جب کہ طہارت میں شک ہے اور تعارض کے وقت یقین کو شک پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔[1]

ـــــ =اطلاق الشعر يدل علي ان شعرالخنزير ايضا طاهر لايفسد الماء وذلك لضرورة حاجة الناس الى استعماله في الخرز وعند ابي يوسف نجس...(شرح النقاية للبرجندي : كتاب الطهارة: 38/1.ط:نول كشور).

1) ولا ينبغي أن يترك يقين بالظن ولو عمل بالظن في الأشياء ما استقام حكم .(الحجة على اهل المدينة، محمد بن الحسن الشيباني:كتاب النكاح ، باب المراة تختلع من زوجها: 97/4.ط/عالم الكتب،سنة النشر 1403ھ).

ـــــ حول سد الذرائع انتقد الشيباني منع أهل المدينة لبعض البيوع التي هي جائزة في نفسها عملاً بالذريعة، وبين أنه لا يجوز تحريم الحلال بالتُهم، وأن اليقين لا يمكن أن يزول بالظن..(الاصل للشيباني:مقدمة، الحجج الفاسدة: 225/1.ط/ دار ابن حزم، بيروت — لبنان، الطبعة: الأولى، 1433ھ - 2012م)

ـــــ ......فلا نحكم بنجاسته بالشك على الأصل المعهود أن اليقين لا يزول بالشك.(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني علاء الدين (المتوفى : 58ھ: كتاب الطهارة، فصل وأما بيان المقدار الذي يصير به المحل نجسا شرعا : 73/1. ط/سعيد).

ـــــ لأن اليقين لايزول بالظن.(الاختيار لتعليل المختار، عبدالله بن محمود بن مودود الموصلي الحنفي،: كتاب الطهارة، باب التيمم : 22/1. ط/ دار الكتب العلمية، بيروت) (الهداية شرح بداية المبتدي، أبي الحسن علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الرشداني المرغيناني: كتاب الطهارة، فصل في البئر : 22/1.ط/المكتبة الاسلامية).

(44) غیر مسلموں کی خشک خوردنی اشیاء کا حکم

خشک خوردنی اشیاء مثلاً: پھل فروٹ، اجناس وغیرہ ہر قسم کے غیر مسلم کے ہاتھ کے جائز و حلال ہیں۔ جن اشیاء میں صنعت کی ضرورت پڑتی ہے، ان میں چونکہ ان کے ہاتھ اور برتن کا استعمال ہوتا ہے، اس لیے بلا ضرورت شدیدہ استعمال نہ کرے، البتہ اگر طہارت کا اور کسی حرام چیز کی عدم شمولیت کا یقین ہو تو پھر استعمال میں حرج نہیں۔[1]

(45) طہارت و حلت وغیرہ کے درمیان نسبتیں

1. جو شے نجس ہے وہ حرام بھی ہے جیسے بول و براز اور مردار وغیرہ مگر جو حرام ہے ضروری نہیں کہ وہ نجس بھی ہو جیسے جامد مضر یا مسکر اشیاء۔
2. خبث اور حلت جمع نہیں ہو سکتے بنابریں خبیث اشیاء حرام ہیں مگر خبث اور طہارت ایک ساتھ پائے جا سکتے ہیں، چنانچہ حشرات پاک ہیں مگر خبث کی

1) الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل يكره ولا يحرم لاحتمال التلوث، قال العبد ما ابتلينا من شراء السمن والخل واللبن والجبن وسائر المائعات من الهنود وذلك لاحتمال التلوث في أوانيهم فإن نساءهم لا يتوقين عن السرقين وكذا يأكلون لحم ما قتلوه= =وذلك كل ميتة فعلى المحتسب إن لم يجد بدا منهم أن يستوثق عليهم أن يجتنبوا عن السرقين والميتة فإن شق عليهم يأمرهم أن يعطوا أوانيهم مسلما يغلسها ويغسلوا أيديهم بمرأى من مسلم وإلا فالإباحة فتوى والتحرز تقوى.(نصاب الاحتساب: الباب العاشر في الاحتساب في الاكل والشرب والتداوي، ص:149. ط/مكتبة الطالب الجامعي.مكة المكرمة) ومعارف القرآن للمفتى شفيع :3/49، 50. سورة المائدة، رقم الآية:5. ط/ادارة المعارف كراتشى).

علت کی وجہ سے حرام ہیں۔

3. طہارت کے لیے حلت لازم نہیں اور خبث کے لیے نجاست لازم نہیں چنانچہ تمام بحری حیوانات پاک ہیں مگر حلال نہیں ہیں اور کیڑے مکوڑوں میں خبث ہے مگر ناپاک نہیں ہیں۔

4. جو شے مسکر یا مضر ہو وہ حرام ہے مگر ضروری نہیں کہ وہ ناپاک یا مستخبث بھی ہو چنانچہ خمر تو مسکر اور مضر کے ساتھ حرام بھی ہے مگر چار شرابوں کے علاوہ دیگر شرابوں میں سکر اور مضرت ہے مگر نجاست یا خبث نہیں ہے۔

5. انسان کی حرمت کے لیےاس کااعزاز واحترام کافی ہے مزید کسی وجہ حرمت کی ضرورت نہیں۔

ساتویں فصل :......مرکبات

(46) مرکبات کا حکم

1) نجس اور غیر نجس مل جائیں تو وہ نجس ہوتے ہیں۔اگر نجاست غالب ہو تو اس کا حکم نجس العین کا ہے اور اگر نجاست مغلوب ہو تو وہ نجس تو ہے مگر اس سے انتفاع جائز ہے [1] لیکن کیا بدن پر اس کا استعمال جائز

1) قال الله تعالى إنما حرم عليكم الميتة وقوله تعالى حرمت عليكم الميتة لم يقتض تحريم ما ماتت فيه من المائعات وإنما اقتضى تحريم عين الميتة وما جاور الميتة فلا يسمى ميتة فلم ينتظمه لفظ التحريم ولكنه محرم الأكل بسنة النبي ص - وهو ما روى الزهري عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة قال سئل النبي ص - عن الفأرة تقع في السمن فقال ص - إن كان جامدا فألقوها وما حولها وإن كان مائعا فلا تقربوه...فأطلق النبي ص - جواز الانتفاع به من غير جهة الأكل وهذا يقتضي جواز بيعه لأنه ضرب من ضروب الانتفاع ولم يخص النبي ص - شيئا منه.(احكام القرآن للجصاص، أحمد بن علي المكني بأبي بكر الرازي الجصاص الحنفي: باب الفأرة تموت في السمن :1/145، 146.ط/ دار إحياء التراث العربي-بيروت، 1405).=

ہے؟ بہشتی زیور کے رسالہ طبّی جوہر سے معلوم ہوتا ہے کہ بدن پر اس کا استعمال جائز ہے مگر نماز کے وقت دھونا اور طہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔[1]

فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ اس سے انتفاع جائز ہے اور انتفاع کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس سے چراغ جلانا، چمڑے کو دباغت دینا اور نجس ہونے کی وضاحت کر کے فروخت کرنا جائز ہے۔ ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے اس کا بیرونی استعمال جائز نہیں ہونا چاہیے جب کہ محیط برہانی میں تو تصریح ہے کہ بدن پر اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔[2]

___ =وكذا الزيت لو اختلط مع ودك الميتة أو الخنزير لا ينتفع به على كل حال إلا إذا غلب الزيت لكن لا يحل أكله بل يستصبح به أو يبيعه مع بيان عيبه أو يدبغ به الجلود ويغسلها لأن المغلوب تبع للغالب ولا حكم للتبع.(ردالمحتار على الدر المختار، محمد. ردالمحتار على الدر المختار، أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252هـ): كتاب الخنثى، مسائل شتى: 736/6.ط/سعيد).

___ والانتفاع بما ليس بنجس العين مباح في الجملة، وعلى هذا إذا وقعت الفأرة في السمن فماتت فيه أنه إن كان جامدا تلقى الفأرة وما حولها ويؤكل الباقي وإن كان ذائبا لا يؤكل ولكن يستصبح به ويدبغ به الجلد ويجوز بيعه وينبغي للبائع أن يبين عيبه.(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني علاء الدين (المتوفى: 587هـ): كتاب الطهارة، فصل وأما الطهارة الحقيقية: 66/1.ط/سعيد).

1) الاكتحال... والبخور والتدهين والاحتقان والحمول في القبل او الدبر والشياف والضماد والفتيلة في الجروح والقروح والفرزجة والتقطير في الاحليل والآذان او الجروح واللخلخة كلها استعمال خارجي. لا يوجد في الفقه تفريق بين الطاهر والنجس الا في الاكل، فيعلم منه ان الداخلي هو الاكل دون غيره. كذا افاد مولانا خليل احمد نور الله مرقده.(*حاشیہ بہشتی زیور حصہ نہم، ضمیمہ ثانیہ طبّی جوہر، فائدہ جلیلہ*: 653 *ط/دارالاشاعت، کراچی*)۔

2) وقال أبو حنيفة رحمه الله: كل شيء أفسده الحرام والغالب عليه الحلال، فلا بأس بأن يبيعه وتبين ذلك، ولا بأس بالانتفاع به كالفأرة تقع في السمن والعجين، وما كان الغالب=

2) اگر مضر اور غیر مضر مل جائیں اور مضر کا ضرر جاتا رہے تو ضرر کی وجہ سے حرمت بھی ختم ہو جائے گی۔[1]

3) اگر خبیث اور غیر خبیث مل جائیں اور مجموعے میں خبث معلوم نہ ہوتا ہو تو کیا خبث کی بنا پر پائی جانے والی حرمت بھی ختم ہو جائے گی؟ اگر شرعی انقلاب ماہیت ہو جائے تو حرمت کے ختم ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں لیکن اگر انقلاب ماہیت نہ ہوا ہو تو اس کا حکم قابل تحقیق ہے۔

4) اگر کسی پروڈکٹ میں مسکر اور غیر مسکر ہوں اور مسکر کا سکر دور کر دیا جائے تو حرمت بھی ختم ہو جائے گی البتہ خمر کی حرمت نشہ اور نجاست

=عليه الحرام لم يجز بيعه ولا هبته. وكذلك الزيت إذا وقع فيه ودك الميت، فإن كان الزيت غالباً جاز بيعه، وإن كان الودك غالباً لم يجز، والمراد من الانتفاع حال عليه الحلال الانتفاع في غير الأبدان، وأما في الأبدان فلا يجوز الانتفاع به. (المحيط البرهاني، محمود بن أحمد بن الصدر الشهيد النجاري برهان الدين مازه: كتاب البيع، الفصل السادس: فيما يجوز وما لا يجوز بيعه: 351/6.ط/دار إحياء التراث العربي).

1) وهكذا يقول في غيره من الأشياء الجامدة المضرة في العقل أو غيره يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها- (الفتاوى الشامي، محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252هـ): كتاب الاشربة: 457/6.ط/سعيد).

ـــــ .... وبه علم أن المراد الأشربة المائعة وأن البنج ونحوه من الجامدات إنما يحرم إذا أراد به السكر وهو الكثير منه دون القليل المراد به التداوي ونحوه كالتطبب بالعنبر وجوزة الطيب ونظير ذلك ما كان سميا قتالا كالمحمودة وهي السقمونيا ونحوها من الأدوية السمية فإن استعمال القليل منها جائز بخلاف القدر المضر فإنه يحرم فافهم واغتنم هذا التحرير. (الفتاوى الشامي، محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252هـ): كتاب الحدود، باب حد الشرب، مطلب في البنج والأفيون والحشيشة: 42/4.ط/سعيد).

دونوں کی بناء پر ہےاس لیے سکر کے خاتمے کے باوجود وہ مرکب نجس رہے گاالایہ کہ انقلاب ماہیت ہو جائے۔[1]

5) کوئی مرکب اگر نجس العین ہے تو سوائے تبدیل ماہیت کے طہارت کااور کوئی طریقہ نہیں اور اگر متنجس ہے تو انقلاب ماہیت سے بھی پاک ہو سکتاہےاور نجاست سے آلودہ ماکولات ومشروبات کوپاک کرنے کے جو طریقے ہیں ان میں سے بھی کوئی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔[2]

---

1) وإذا طرح الخمر في مرق بمنزلة الخل وطبخ لا يؤكل لأن هذا مرق نجس.(الفتاوى الهندية: كتاب الاشربة، الباب الأول في تفسير الأشربة: 412/5.ط/رشيديه).

ـــ (وإذا تخللت الخمر حلت)، لزوال الوصف المفسد (سواء صارت خلا بنفسها أو بشيء طرح فيها) كالملح والخل والماء الحار، لأن التخليل يزيل الوصف المفسد، وإذا زال الوصف المفسد الموجب للحرمة حلت، كما إذا تخللت بنفسها .(اللباب في شرح الكتاب، عبد الغني الغنيمي الدمشقي الميدان: كتاب الاشربة،ص: 343.ط/دار الكتاب العربي).

ـــ ولو شرب خمرا ممزوجا بالماء إن كانت الغلبة للخمر يجب الحد وإن غلب الماء عليها حتى زال طعمها وريحها لا يجب لأن الغلبة إذا كانت للخمر فقد بقي اسم الخمر ومعناها وإذا كانت الغلبة للماء فقد زال الاسم والمعنى إلا أنه يحرم شرب الماء الممزوج بالخمر لما فيه من أجزاء الخمر حقيقة .(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني علاء الدين (المتوفى: 587هـ :113/5.ط/سعيد).

2) ثم أعلم أنه قد ظهر إلى هنا أن التطهير يكون بأربعة أمور... والسابع انقلاب العين فإن كان في الخمر فلا خلاف في الطهارة وإن كان في غيره كالخنزير والميتة تقع في المملحة فتصير ملحا يؤكل.(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، زين الدين بن إبراهيم بن نجيم، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ): كتاب الطهارة، باب الانجاس: 227/1. ط/سعيد).

(47) مرکبات جن میں کوئی ممنوع عنصر شامل ہو

بسااوقات ایک شے مفرد حیثیت میں تو ممنوع ہوتی ہے مگر جب وہ مرکب میں شامل ہو تو دیگر اجزاء کے مقابلے میں اس کی نسبت نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے تو کیا ایسا مرکب حلال ہوگا یا نہیں؟

1) اگر کسی مرکب میں کوئی انسانی عضو یا اس سے ماخوذ کوئی جزء شامل ہے تو اس کا مطلقاً استعمال جائز نہیں۔[1]

2) اگر کوئی شے مضرت کی وجہ سے حرام ہو مگر مجموعے میں جاکر مضرت نہ رہے تو اس کا اندرونی و بیرونی استعمال جائز ہے۔[2]

---

1) وقال محمد رحمه الله تعالى ولا بأس بالتداوي بالعظم إذا كان عظم شاة أو بقرة أو بعير أو فرس أو غيره من الدواب إلا عظم الخنزير والآدمي فإنه يكره التداوي بهما فقد جوز التداوي بعظم ما سوى الخنزير والآدمي من الحيوانات مطلقا من غير فصل...الانتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز قيل للنجاسة وقيل للكرامة هو الصحيح كذا في جواهر الأخلاطي ... وإذا كان برجل جراحة يكره المعالجة بعظم الخنزير والإنسان لأنه يحرم الانتفاع به كذا في الكبرى.(الفتاوى الهندية: كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: 354/5.ط//رشيديه).

—— سن آدمي طحن في وقر حنطة لا يؤكل، ولا يؤكله البهائم بخلاف ما يقشر من جلدة كفه قدر جناح الذباب أو نحوه واختلط بالطعام للضرورة ، وكذا العرق إذا تقاطر في العجين فالقليل منه لا يمنع الأكل ، كذا في القنية.(الفتاوى الهندية: كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل :5/338، 339.ط/رشيديه).

2) وهكذا يقول في غيره من الأشياء الجامدة المضرة في العقل أو غيره يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها- (الفتاوى الشامي: كتاب=

3) اگر مرکب میں نجس شامل ہے تو پورا مرکب نجس ہے اور اس کا خوردنی استعمال جائز نہیں۔ اگر نجاست مغلوب ہے تو اس سے انتفاع جائز ہے مگر بدن پر اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔[1]

4) اگر مرکب میں چار حرام شرابوں میں سے کوئی شامل ہو تو اس کا حکم نجس مرکب کا ہے اور اگر مسکر بھی ہو تو نشہ کی علت سے بھی مرکب حرام ہے۔ اگر چار حرام شرابوں کے علاوہ کوئی نشہ آور شے شامل ہو مگر مرکب مضر یا مسکر نہ ہو اور استعمال سے مقصود کوئی جائز اور قابل لحاظ ضرورت ہو تو ایسے مرکب کا استعمال جائز ہے۔[2]

=الاشربة: 457/6.ط/سعيد)... وبه علم أن المراد الأشربة المائعة وأن البنج ونحوه من الجامدات إنما يحرم إذا أراد به السكر وهو الكثير منه دون القليل المراد به التداوي ونحوه كالتطبب بالعنبر وجوزة الطيب ونظير ذلك ما كان سميا قتالا كالمحمودة وهي السقمونيا ونحوها من الأدوية السمية فإن استعمال القليل منها جائز بخلاف القدر المضر فإنه يحرم فافهم واغتنم هذا التحرير.(الفتاوى الشامي: كتاب الحدود، باب حد الشرب، مطلب في البنج والأفيون والحشيشة: 42/4.ط/سعيد).

1) وكذا الزيت لو اختلط مع ودك الميتة أو الخنزير لا ينتفع به على كل حال إلا إذا غلب الزيت لكن لا يحل أكله بل يستصبح به أو يبيعه مع بيان عيبه أو يدبغ به الجلود ويغسلها لأن المغلوب تبع للغالب ولا حكم للتبع-(الفتاوى الشامي: كتاب الخنثى، مسائل شتى: 736/6.ط/سعيد).

—— وكذلك الزيت إذا وقع فيه ودك الميت، فإن كان الزيت غالباً جاز بيعه، وإن كان الودك غالباً لم يجز، والمراد من الانتفاع حال عليه الحلال الانتفاع في غير الأبدان، وأما في الأبدان فلا يجوز الانتفاع به. (المحيط البرهاني، محمود بن أحمد بن الصدر الشهيد النجاري برهان الدين مازه: كتاب البيع، الفصل السادس: فيما يجوز وما لا يجوز بيعه: 351/6.ط/ دار إحياء التراث العربي).

2) فأما على قولنا، فلا تكون الشدة المطربة علة لتحريم القليل وهي غير موجودة فيه، كما أن العلة في تحريم كثير السقمونيا لما كان الضرر وهو لا يوجد في القليل لم يحرم.(التجريد=

5) اگر کوئی شے خبث کی وجہ سے حرام ہو مگر مجموعے میں جاکر خبث معلوم نہ ہوتا ہو تو جیسا کہ بیان ہوا کہ اس کا حکم تفصیلی اور تحقیق طلب ہے۔

6) اگر نجس یا خبیث یا مسکر یا مضر وغیرہ کسی مرکب میں شامل ہو مگر شرعی انقلاب ماہیت ہو گیا ہو تو وہ پروڈکٹ حلال ہے۔[1]

=للقدوري: كتاب الاشربة، علة التحريم :6090/12.رقم المسئلة: 29563 –ط/ دار السلام–القاهرة،الطبعة: الثانية، 1427 هـ - 2006م).

ـــ قوله (ونحوهما) كالتمر والزبيب والعنب فالمراد الأشربة الأربعة التي هي حلال عند الشيخين إذا غلت واشتدت وإلا فلا تحرم كغيرها اتفاقا قوله (وبه يفتى) أي بقول محمد وهو قول الأئمة الثلاثة لقوله عليه الصلاة والسلام كل مسكر خمر وكل مسكر حرام رواه مسلم وقوله عليه الصلاة والسلام ما أسكر كثيره فقليله حرام رواه أحمد وابن ماجة والدارقطني وصححه قوله (غيره) كصاحب الملتقى المواهب والكفاية والنهاية والمعراج وشرح المجمع وشرح درر البحار والقهستاني والعيني حيث قالوا الفتوى في زماننا بقول محمد لغلبة الفساد وعلل بعضهم بقوله لأن الفساق يجتمعون على هذه الأشربة ويقصدون اللهو والسكر بشربها أقول الظاهر أن مرادهم التحريم مطلقا وسد الباب بالكلية وإلا فالحرمة عند قصد اللهو ليست محل الخلاف بل متفق عليها كما مر ويأتي يعني لما كان الغالب في هذه الأزمنة قصد اللهو لا التقوى على الطاعة منعوا من ذلك أصلا. (الفتاوى الشامي: كتاب الاشربة:6/454، 455.ط/سعيد).

ـــ وأما الأشربة المتخذة من الشعير أو الذرة أو التفاح أو العسل إذا اشتد وهو مطبوخ أو غير مطبوخ فإنه يجوز شربه ما دون السكر عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى وعند محمد رحمه الله تعالى حرام شربه قال الفقيه وبه نأخذ كذا في الخلاصة فإن سكر من هذه الأشربة فالسكر والقدح المسكر حرام بالإجماع .(الفتاوى الهندية: كتاب الاشربة، الباب الثاني في المتفرقات :5/415.ط/رشيديه).

1) فإن اللّٰه سبحانه أباح الطَّيبات وحَرَّم الخبائث، والطيِّبُ والخبيثُ يثبت للمَحَلِّ باعتبار صفات قائمة به، فما دامت تلك الصفة فالحكمُ تابعٌ لها، فإذا زالت وخَلَفتها الصفة=

(48) غیر شرعی ناموں اور شکلوں والی مصنوعات

بعض مصنوعات حلال ہوتی ہیں مگر کتے، بلی، شیر، صلیب یابت وغیرہ کی شکل پر بنی ہوتی ہیں۔ صلیب تو غیر قوموں کا شعار ہے اور جان دار کی تصویر بنانا بھی جائز نہیں اور حرام جانوروں کی تصویریں تو اور بھی بری ہیں۔[1] کھانے پینے کی اشیاء حرام جانوروں کی صورت پر بنائی جائیں تو اس میں جان دار کی تصویر سازی کے علاوہ یہ قباحت بھی ہے کہ حلال و حرام کا تصور ذہن سے محو ہوتا ہے اور برائی کی غیر ضروری تشہیر بھی ہوتی

=الأخرى زال الحكم وخلله ضده، وهذا هو مَحْضُ القياس والمعقول، فهذا الماء والطعام كان طيبًا لقيام الصفةِ الموجبةِ لِطِيبه، فإذا زالت تلك الصفة وخَلَفتها صفة الخبث عاد خبيثًا، فإذا زالت صفة الخَبَث عاد [إلى ما كان] عليه، وهذا كالعصير الطيب إذا تخَمَّر صار خبيثًا فإذا عاد إلى ما كان عليه عاد طيِّبًا، [والماء الكثير إذا تغير بالنجاسة صار خبيثًا فإذا زال التغير عاد طيبًا، والرجل المسلم إذا ارتدَّ صار خبيثًا فإذا عاد إلى الإسلام عاد طيبًا] (اعلام الموقعين عن رب العالمين، محمد بن أبي بكر أيوب الزرعي أبو عبد الله ابن القيم الجوزية : فصل إزالة النجاسة على وفق القياس:177/3.ط/ دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية، الطبعة: الأولى، 1423ھ).

1) إن أشد الناس عذابا عند الله يوم القيامة المصورون.(كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة:880/2.ط/قديمي).

—— وفي «العيون»: لو استأجر رجلاً ينحت له أصناماً أو يزخرف له بيتاً بتماثيل والأصباغ من رب البيت فلا أجر؛ لأن فعله معصية.(المحيط البرهاني، محمود بن أحمد بن الصدر الشهيد النجاري برهان الدين مازه : كتاب الاجارة، الفصل الخامس عشر: في بيان ما يجوز من الإجارات، وما لا يجوز:84/8.ط/ دار إحياء التراث العربي).

—— وفي الخلاصة وتكره التصاوير على الثوب صلى فيه أو لم يصل اه (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، زين الدين بن إبراهيم بن نجيم، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى : 970ھ): كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها :27/2.ط/سعيد).

ہے۔اسی طرح بعض نام حرام اشیاء کے لیے معروف ومشہور ہوتے ہیں جیسے وائن مگر اس کے ساتھ حلال کا سابقہ لگادیا جاتاہے یا شے حلال ہوتی ہے مگر اس کا حرام اشیاء کے ناموں میں سے کوئی نام رکھ دیا جاتاہے، جیسا کہ پہلے گزر چکاہے کہ اصل مدار حقیقت پر ہے،اگر کوئی شے حرام ہے تو نام بدلنے سے یا حلال نام رکھنے سے وہ حلال نہیں ہو جائے گی اور اگر کوئی شے حلال ہے تو وہ حلال ہی رہے گی، اگرچہ اسے حرام نام سے موسوم کردیا جائے مگر ایسے ناموں والی اشیاء فی نفسہ حلال ہی کیوں نہ ہوں،ان کے استعمال سے گریز لازم ہے[1] کیونکہ ناموں کے پیچھے ان کی پوری تہذیب چھپی ہوتی ہے۔ہم ایسی

1) عن أبي مالكٍ الأشعريِّ: أنه سمعَ رسولَ الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقولُ: لَيَشْرَبن"، جواب قسم محذوف."ناسٌ مِن أمتي الخمرَ يُسَمُّونها بغير اسمها"؛يعني يتوصَّلُون إلى شربها بأسماءِ الأنبذة المُبَاحة كماءِ العَسَل وماءِ الذُّرَة ونحو ذلك، ويزعُمون أنه غير مُحرَّم؛ لأنه ليس من العِنَب والتمر، وهم فيه كاذبون؛ لأنَّ كلَّ مُسْكِرٍ حرام.(شرح المصابيح لابن الملك: كتاب الاطعمة، باب النَّقيعِ والأنبذةِ :600/4.طً/ إدارة الثقافة الإسلامية، الطبعة: الأولى، 1433هـ - 2012م).

ـــــ (ستشرب أمتي من بعدي الخمر يسمونها بغير اسمها) أي لا يغنيهم ذلك عن العقوبة لكنه تنبيه على أنه لا ينبغي تغيير اسمها لأنه ذريعة إلى شربها. (يكون عونهم على شربها أمراؤهم) لأنهم يشربونها فيستن بهم غيرهم وهذه هي النبيذ الذي عم بلاؤها في الدولتين وكانوا يسمونها طلاً تحرجاً من أن يقال أنهم يشربون الخمر، وقيل: إن المراد أنهم يتوصلون بما أبيح من النبيذ إلى شرب الخمر قائلين إنه نبيذ وهذا من أعلام النبوة فإنه وقع كذلك. ابن عساكر عن كيسان) ......قلت: كونه صحابيا كاف في معرفته كرجل منهم مبهم ورمز المصنف لضعفه.(التنوير شرح الجامع الصغير محمد بن إسماعيل بن صلاح بن محمد الحسني، الكحلاني ثم الصنعاني، أبو إبراهيم، عز الدين، المعروف لافه بالأمير (المتوفى: 1182هـ): حرف السين المهملة، السين مع المثناة الفوقية :385/6.ط/ مكتبة دار السلام، الرياض، الطبعة: الأولى، 1432هـ - 2011م).

ـــــ إذا سميت المحرمات بغير أسمائها المعروفة، وهي التي اقترن بها التحريم، بأن سميت بأسماء أخرى لم يقترن التحريم بها : فإن هذه التسمية لا تزيل عن المحرمات صفة=

غیر شرعی ناموں والی اشیاء کے استعمال پر مجبور بھی نہیں ہے اوران کا جائز متبادل بھی ہمارے پاس موجود ہے، اسلامی غیرت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ہم ایسی اشیاء کا استعمال ترک کردیں جو غیر اسلامی تہذیب کی نمایندگی کررہی ہو اوران کا بدل ہمارے پاس موجود ہو جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کے ہاتھ میں فارسی کمان دیکھی تو ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ "یہ کیا لیے ہوئے ہو؟" اسے پھینک دو اور عربی کمان اپنے ہاتھ میں رکھو، جس کے ذریعے اللہ تعالی نے تمہیں قوت وشوکت دی اور بلاد ارض کو مفتوح کیا۔ فارسی کمان کا بدل عربی کمان موجود تھا، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیرت دلا کر روک دیا تاکہ غیر اقوام کے ساتھ ہر ممکن امتیاز پیدا ہو سکے اور چھوٹے سے چھوٹے اشتراک کا بھی انقطاع ہو جائے۔[1]

حلال تصدیقی اداروں کو بھی ایسی پروڈکٹ کو ہر گز حلال تصدیق نامہ فراہم نہیں کرنا چاہیے جس کا نام خلاف شریعت ہو یا جو صلیب، بت یا جان دار کی شکل میں ہو۔

=الحرمة. (الموسوعة الفقهية الكويتية: حرف التاء،مادة تسمية، تسمية المحرمات بغير اسمائها: 340/11. ط/دار السلاسل - الكويت).

1) عن علي قال: كانت بيد رسول الله صلى الله عليه وسلم قوس عربية، فرأى رجلا بيده قوس فارسية، فقال: ما هذه؟ ألقها، وعليكم بهذه وأشباهها، ورماح القنا، فإنهما يزيد الله لكم بهما في الدين، ويمكن لكم في البلاد.(سنن ابن ماجة، ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، كتاب الجهاد، رقم الحديث:٢٨١٠- ط: مكتبة أبي المعاطي).

(49) استحالہ/تبدیلی ماہیت

تبدیل عین کے بعد شے کا حکم بدل جاتا ہے،تاہم حلال و حرام کے تعلق سے چند امور پر تنبیہ مناسب معلوم ہوتی ہے:

1) فقہ کے مختلف ابواب میں تبدیل عین کا مصداق مختلف ہوتا ہے مثلاً ہبہ کے مسائل میں اگر موہوب لہ مٹی میں پانی ملادے تو واہب کا حق رجوع ختم ہو جاتا ہے کیونکہ موہوب کا نام بدل جاتا ہے اور وہ شے دیگر ہو جاتی ہے حالانکہ اکل وشرب کے مسائل میں صرف نام کی تبدیلی کافی نہیں ہے۔[1]

2) تبدیل عین کے حکم اور خود اس عمل کے حکم میں فرق روا رکھنا ضروری ہے۔اگر کسی شے کی ماہیت بدل جائے تو اس کے نتیجے میں شے کا حکم بدل جائے گا لیکن اگر کوئی شخص اس نیت سے نجاسات اور محرمات پروڈکٹ میں شامل کرتا ہے کہ تبدیل عین کے نتیجے میں بالآخر یہ اشیاء پاک اور حلال ہو جائیں گی تو وہ باطل حیلے کا ارتکاب کرتا ہے اور حیلے کے ذریعے حرام کو حلال کرنے کی کوشش کرتا ہے،اس لیے اس کا عمل حرام اور ناجائز کہلائے گا۔[2]

---

1) لو وهب ترابا فبله الموهوب له بطل حق الواهب فی الرجوع لان اسم التراب قد زال وصار شيئا آخر.خانيه، أبي المحاسن الحسن بن القاضي منصور بن عبد العزيز الأوزجندي المعروف بقاضي إمام فخر الدين خان 286/4-مكتبه حقانيه پشاور.

2) فالحيلة اذا كانت على تحريم حلال او تحليل حرام أوابطال حق أو تحقيق باطل فهى حرام بلاخلاف، وانما الخلاف فى الحيلة اذا فعلت مع كونها حراما هل يترتب عليها الحكم ام لا فعند ابى حنيفة والشافعى رضى الله عنهما يترتب عليها الحكم خلافا لمالك وأحمد=

3) کس قدر تبدیلی سے انقلاب ماہیت کا متحقق ہو جائے گا، صاحبین کے نزدیک اعتبار غلبے کا ہے جب کہ حضرت امام صاحب کے نزدیک شے کی کلی تبدیلی ضروری ہے۔ قول اول کے مطابق وہاں گنجائش دی جاسکتی ہے جہاں سخت تنگی اور مشقت ہو یا کوئی اور متبادل دستیاب نہ ہو یا علاج و معالجہ کی غرض ہو یا عموم بلوی وغیرہ ہو۔[1]

4) تبدیل عین اور کیمیائی تبدیلی لازم وملزوم نہیں ہیں اس لیے ممکن ہے کہ کوئی شے کیمیائی طور پر بدل چکی ہو مگر شرعاً اس میں انقلاب عین کا تحقق نہ ہوا ہو جیسے پکانے کے بعد گوشت میں کیمیائی تبدیلی آجاتی ہے مگر شرعی طور اسے انقلاب عین نہیں قرار دیا جاسکتا۔

5) اگر کسی چیز کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ حرام ہے یا نجس ہے اور پھر شک پیدا ہو جائے کہ تبدیلِ ماہیت کے نتیجے میں وہ پاک وحلال ہوئی ہے یا نہیں تو اسے حرام اور نجس ہی متصور کیا جائے گا، کیونکہ اس کا حرام اور نجس ہونا یقینی ہے، جب کہ حلت وطہارت میں شک ہے اور تعارض کے وقت یقین کو شک پر ترجیح حاصل ہوتی ہے، مثلاً: جیلاٹن بڑی مقدار میں جانور کی ہڈیوں سے حاصل کیا جاتا ہے اور بنانے والے یورپی ممالک ہیں،

=رضی اللہ عنهما... فالحاصل ان الحيلة اذا تضمنت تحليل حرام اور تحريم حرام او ابطال حق أو تحقيق باطل لا يفتي بها المفتي وان كان يترتب عليها حكمها لو فعلت. الحديقة الندية، شرح الطريقة المحمدية، للشيخ النابلسي، ط: فيصل آباد (206/2).

1) ولو كان الخمر فيها حموضة غالبة وفيها طعم المرارة لكنه مغلوب فإنه لا يحل ما لم يزل من كل وجه وهما اعتبرا الغالب فيحل عندهما. (تحفة الفقهاء، علاء الدين السمرقندي - 329/3، الناشر: دار الكتب العلمية).

جن کے ہاں حلال ذبیحہ کا اہتمام نہیں ہوتا، گویا جیلاٹن مردار کی ہڈیوں سے بنایا جاتا ہے اور مردار کی ہڈی پر اگر چکناہٹ نہ ہو تو وہ پاک ہوتی ہے، لیکن حلال نہیں ہوتی۔ حلال ہونے کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ہڈی میں انقلابِ ماہیت ہو جائے، لیکن انقلابِ ماہیت میں شک ہو تو وہ پروڈکٹ حرام ہو گا، کیونکہ ہڈی اصل میں حرام تھی اور بذریعہ انقلاب ماہیت اس کے پاک ہونے میں شک ہے۔[1]

(50) بازار میں حلال و حرام مخلوط ہوں

بازار میں جب حلال اور حرام مخلوط ہوں تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ کوئی ایسی علامت اور قرینہ نہ ہو جس سے حلال اور حرام میں فرق اور امتیاز کیا جا سکتا ہو۔ دوسرے یہ کہ کوئی علامت اور قرینہ موجود ہو جس سے دونوں میں فرق ہو سکتا ہو۔ پہلی صورت میں بھی بازار سے خریداری جائز ہے کیونکہ حلت کا امکان موجود ہے اور جب اس عدم تمیز کی صورت میں خریداری جائز ہے تو صورت ثانیہ میں بطریق اولی جائز ہو گی۔ اس تفصیل کی رو سے کسی ایسے بازار یا سپر اسٹور سے حلال سرٹیفائڈ گوشت خریدا جا سکتا ہے جہاں حرام گوشت بھی ملتا ہو۔[2]

---

1) حوالہ جات "نجاست کی تبدیلی مشکوک ہو" عنوان کے تحت ملاحظہ کیجیے۔

2) اذا اختلط الحلال بالحرام فی البلد فانه یجوز الشراء والاخذ الا انتقوم دلالة علیانه من الحرام (وفی الحموية) کون الغالب فی السوق الحرام لایستلزم کون المشتریٰ حرام لجواز کونه من الحلال المغلوب والاصل الحل. الاشباه والنظائر، القاعدة الثانية من الفن الاول، 148/1 ط: ادارة القرآن، کراچی.

آٹھویں فصل :.....خبریں

(51) حلال و حرام کے متعلق خبروں کا حکم

اگر کسی کو کسی غذائی مصنوع کے حلال اور پاک ہونے یا حرام اور ناپاک ہونے کے متعلق خبر ملے تو کب اس پر اس خبر کے مطابق عمل واجب ہے اور کب اس کے لیے خبر کے مطابق عمل بہتر ہے اور کب وہ خبر مسترد کر سکتا ہے؟ ذیل میں اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کی ضرورت اس وجہ سے ہے آج کل مختلف اشیاء کے بارے میں مختلف خبریں گردش کرتی رہتی ہیں کہ فلاں پروڈکٹ حرام ہے یا اس میں کوئی خاص ناجائز عنصر شامل ہے، ایسی کسی خبر کے بعد وہ چیز حلال سمجھی جائے گی یا حرام؟ یہ تحریر شرعی پہلو سے اس بارے میں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

خبر اور شہادت کا فرق

جیسا کہ ذکر ہوا کہ یہ تحریر خبروں کے بارے میں ہے۔یہ کہنے کی ضرورت اس لیے پیش آرہی ہے کہ خبر کو شہادت کے معنی میں نہ سمجھ لیا جائے کیونکہ ایسا سمجھنے سے بہت زیادہ غلط فہمیاں پیش آسکتی ہیں۔اگرچہ شہادت بھی خبر پر مشتمل ہوتی ہے مگر اس کے باوجود شہادت کا معیار سخت اور اس کا نصاب الگ اور اس کی شرائط مختلف ہیں مثلا:

شہادت عدالت کے روبرو ہوتی ہے اور

معاملہ حقوق اللہ سے متعلق نہ ہو تو اس میں پیشگی دعوی بھی شرط ہے اور

اس کا رکن کلمہ "اشہد"(میں گواہی دیتا ہوں) ہے۔

جب کہ خبر کا کسی قانونی مجلس میں ہونا ضروری نہیں

پیشگی دعوی بھی شرط نہیں اور

اشہد کا صیغہ بھی ضروری نہیں۔(1)

1) اشتراط العدد في الشهادات عرفناه بالنص من غير أن يعقل فيه معنى......وباب الاخبار ليس في معناه، ألا ترى أنه لا اختصاص في باب الاخبار بلفظ الشهادة ولا بمجلس القضاء، وأن الشهادات الموجبة للقضاء تختص بذلك.(اصول السرخسي: ابوبكر محمد بن احمد بن ابى سهل السرخسى المتوفى سنة 490هـ، باب الكلام في قبول خبر الآحاد والعمل بها، فصل في بيان اقسام ما يكون الخبر فيه حجة :332/1، 333.ط/ دار الكتاب العلمية بيروت لبنان،الطبعة الاولى 1414هـ- 1993م).=

اس کے علاوہ بھی دونوں کے ارکان اور شرائط پر غور و فکر کرنے سے فرق کی بہت سی وجوہ ڈھونڈی جا سکتی ہے۔[1]

= وخبر الواحد مقبول بشرط العدالة والإسلام وإن كان ملزما كما في رواية الأخبار وكما في الشهادة على رؤية هلال رمضان والدليل عليه أنه لا يعتبر لفظة الشهادة فيه ولو كان هذا في معنى الشهادة لاستوى فيما اختص به الشهادة كاختصاص الشهادة من بين سائر الأخبار بلفظ الشهادة .(المبسوط للسرخسي: كتاب أدب القاضي :90/16.ط/ دار المعرفة—بيروت،تاريخ النشر: 1414هـ-1993م).

الشهادة هي الإخبار بلفظ الشهادة... تقسيمها - إما أن تتعلق بحقوق العباد , ويشترط في ذلك سبق الدعوى الصحيحة... أو تتعلق بحقوق الله , وفي هذه الصورة لا يشترط سبق الدعوى فيها . (درر الحكام شرح غرر الاحكام، محمد بن فراموز الشهير بمنلا خسرو (المتوفى : 885هـ):الكتاب الخامس العشر في البينات والتحليف،الباب الاول في الشهادة، الفصل السابع في رجوع الشهود عن الشهادة:422/4. قبيل الباب الثاني.ط/ دارالكتب العلمية.بيروت).

1) وشروط الشهادة على قسمين: 1 - شرط الأداء على أربعة أصناف: (1) يعود على الشاهد البلوغ ،الحرية , البصر ، النطق ، العدالة ، تقدم الدعوى في حقوق العباد ، الذكورة والأصالة في الحدود والقصاص ،تعذر حضور الأصل في الشهادة على الشهادة ، ألا يكون الشاهد محدودا بالقذف ، وألا يكون خصما وألا يكون للشاهد جر مغنم ودفع مغرم ، وأن يكون الشاهد وقت الشهادة عالما وذاكرا المشهود به وأن يكون الشهود عدولا (وهذا شرط قبول) . 2 - يعود على الشهادة - (1) لفظ الشهادة (2) العدد في الشهادة ... (3) اتفاق الشاهدين . 3 - يرجع إلى مكان الشهادة - وهو عبارة عن محل القاضي انظر المادة (1687) . 4 - يرجع على المشهود به . الشروط العمومية 1 - يشترط تطابق الشهود في المشهود به فإذا اختلفوا فلا تقبل وهذا الاختلاف يكون إما في جنس المشهود به أو في سببه حيث يكون المشهود به إما ملكا أو إقرارا ... المرجع السابق.

اصطلاحات

آگے خبر کے احکام کے بیان میں چند اصطلاحات بھی استعمال ہوئی ہیں جن کی مختصر وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ "خبر "تو اطلاع کو کہتے ہیں، اطلاع سچی یا جھوٹی ہو سکتی ہے۔ عربی میں خبر کی جمع "اخبار" اور اردو میں "خبریں" آتی ہے۔ جو شخص خبر دے اسے مخبر (میم کے ضمہ اور باء کے کسرہ کے ساتھ) یعنی خبر دہندہ کہتے ہیں، جس کی جمع مخبرین آتی ہے۔ جس شخص یا چیز کے بارے میں خبر دی جائے اسے مخبر عنہ (باء کے زبر کے ساتھ) کہتے ہیں۔ خبر کے ساتھ جب متواتر کا لفظ استعمال ہو اور "خبر متواتر" کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی خبر جس کے بیان کرنے والے اتنے زیادہ ہو کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق ممکن نہ ہو۔[1]

"تحری" کا معنی سوچ و بچار اور غور و فکر ہے جسے رجحان قلب سے تعبیر کرتے

---

1) ومعنى المتواتر على مقتضى كلامه ما يكون رواته في كل عهد قوما لا يحصى عددهم, ولا يمكن تواطؤهم على الكذب لكثرتهم, وعدالتهم وتباين أماكنهم .(شرح التلويح على التوضيح، سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني الشافعي (المتوفى: 793ھ) : الركن الثاني: السنة ، فصل في الاتصال:4/2.ط/ دار الكتب العلمية بيروت –لبنان،الطبعة : الطبعة الأولى 1416ھ- 1996 م).

___ السابع: الخبر المتواتر، والتواتر لغة: هو التتابع يقال: تواتر القوم إذا جاء الواحد بعد الواحد بفترة بينهما، وفي الاصطلاح كل خبر بلغت رواته في الكثرة مبلغا أحالت العادة تواطؤهم على الكذب. (نهاية السول شرح منهاج الاصول، الإمام جمال الدين عبد الرحيم الإسنوي: الباب الثاني: في الأخبار ، القسم السابع :المتواتر: 28/2.ط/ دار الكتب العلمية -بيروت-لبنان، الطبعة الأولى 1420ھ- 1999م.

ہیں۔جب حقیقت تک رسائی مشکل ہو تو شریعت غور وفکر کے بعد غالب گمان پر عمل کا حکم دیتی ہے۔[1]

"مستور الحال یا مجہول" سے مراد ایسا شخص ہے جس کی عدالت معلوم نہ ہو یعنی جس کے حالات پوشیدہ ہوں ممکن ہے کہ وہ باطن میں اچھے دینی کردار کا حامل ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس صفت سے عاری ہو۔[2]

"عدالت" سے اس موقع پر اچھا دینی کردار مراد ہے یعنی وہ کبائر سے اجتناب کرتا ہو اور صغائر پر اصرار نہ کرتا ہو اور خلاف مروت کاموں سے بچتا ہو۔جو شخص اس خوبی کا مالک ہو وہ "عادل" کہلاتا ہے۔[3]

1) أما تفسيره فهو عبارة عن طلب الشيء بغالب الرأي عند تعذر الوقوف على حقيقته كذا في المبسوط.(الفتاوى الهندية: كتاب التحري، الباب الأول في تفسير التحري: 382/5. ط/رشيديه).

2) (المستور) وهو من لم تعرف عدالته ولا فسقه .(التقرير والتحبير لابن امير الحاج: الباب الثالث :السنة ،فصل في شرائط الراوي:328/2.ط/ دار الفكر،سنة النشر 1417هـ- 1996م).

3) العدالة ملكة تحمل على ملازمة التقوى والمروءة والشرط أدناها وهو ترك الكبائر والإصرار على الصغائر وما يخل بالمروءة ويلزم أن يكون مسلما عاقلا بالغا.بحر. (رد المحتار على الدر المختار،محمد أمين بن عمر ابن عابدين ، (المتوفى : 1252هـ): كتاب الصوم مبحث في صوم يوم الشك :385/2.ط/سعيد.

خبر کے بارے میں احکام کے اختلاف کی وجوہات

شریعت میں خبر کے قبول کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں احکام مختلف ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خبر میں تین کردار سامنے آتے ہیں۔ایک مخبر ایک مخبر عنہ اور ایک طریقہ خبر۔شریعت ان تینوں کو نگاہ میں رکھتی ہے،اس وجہ سے خبر قبول کرنے یا نہ کرنے کا حکم مختلف ہو جاتا ہے۔مثلاً:

1) مخبر کی جنس، مذہب اور کردار کی وجہ سے خبر خبر میں فرق آجاتا ہے۔ایسا فرق بہت معقول ہے کیونکہ ایک مسلم اور غیر مسلم کی اور ایک آزاد اور ایک غلام کی اور ایک باکردار اور پست کردار کی اور ایک فرد اور ایک جماعت کی خبر برابر نہیں ہو سکتی۔اس وجہ سے شریعت بھی ایسی خبروں میں فرق کرتی ہے۔[1]

---

1) ثم أنه يعتبر في الشاهد صفة كونه مرضيا عنه لقوله تعالى: (ممن ترضون من الشهداء)! وذلك بالعقل والبلوغ. والضبط. والنطق. والإسلام. والعدالة. والمروءة. وعدم التهمة. قال صلى الله عليه وسلم: 'لا تجوز شهادة خائن ولا خائنة ولا زان ولا زانية، ولا ذي غمر على أخيه وترد شهادة القانع لأهل البيت وقال الله تعالى في القذفة:!(ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا وأولئك هم الفاسقون إلا الذين تابوا)! الآية. وفي حكم القذف. والزنا سائر الكبائر. وذلك لأن الخبر يحتمل في نفسه الصدق والكذب وإنما يترجح أحد المحتملين بالقرينة، وهي إما في المخبر أو المخبر عنه أو غيرهما، وليس شيء من ذلك مضبوطا يحق أن يدار عليه الحكم التشريعي إلا صفات المخبر. (حجة الله البالغة، الإمام أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدهلوي: ابواب سياسة المدن،باب القضاء،من تقبل شهادته و من لا تقبل:2/427،428.ط/زمزم ببلشرز:2006ء)۔=

2) ایک شخص ایک ایسا عام واقعہ بیان کرتا ہے جو ایک بڑی تعداد کے علم میں آجانا چاہیے تھا مگر اس کے نقل کرنے والے ایک آدھ اشخاص سے زیادہ نہیں ہیں تو بیان کنندہ افراد کی یہ قلت واقعے کی صحت کو مشکوک بنادیتی ہے مثلا مطلع پوری طرح صاف ہو اس کے باوجود ایک ہی شخص رمضان یا شوال کے چاند کی رؤیت کی شہادت دے اور باقی پوری آبادی بے خبر رہے تو ایسی خبر قابل قبول نہیں ہوتی کیونکہ عقل عام کے تحت ایسے موسم میں چاند کو دیکھنے والے ایک سے زیادہ ہونے چاہیے یا مثلا کوئی شخص کسی محلے میں بڑی آگ لگنے کی خبر دے مگر بقیہ اہل محلہ اس سے بے خبر ہوں یا وہ تردید کرتے ہوں تو اس خبر کی صحت بھی سخت مشکوک ہوتی ہے۔اسی وجہ سے جن امور میں ابتلاء عام ہو اور ہر خاص وعام کو وہ پیش آتے ہوں ان کے متعلق اگر ایک شخص خبر دے تو خبر غیر مقبول ہوتی ہے۔[1]

ـــــ =وأما المعقول فلأن الخبر يصير حجة بصفة الصدق، والخبر يحتمل الصدق والكذب وبالعدالة بعد أهلية الأخبار يترجح الصدق وبالفسق الكذب...(كشف الاسرار عن أصول فخر الإسلام البزدوي، عبد العزيز بن أحمد بن محمد، علاء الدين البخاري (المتوفى: 730هـ): باب بيان أقسام السنة، باب خبر الواحد:2/547.ط/ دار الكتب العلمية—بيروت، الطبعة: الطبعة الأولى 1418هـ/1997م).

1) قوله: "وأما القسم الثالث" فكذا خبر الواحد إذا ورد موجبا للعمل فيما يعم به البلوى أي فيما يمس الحاجة إليه في عموم الأحوال لا يقبل عند الشيخ أبي الحسن الكرخي من أصحابنا المتقدمين, وهو مختار المتأخرين منهم....... واحتج من لم يقبله بأن العادة تقتضي استفاضة نقل ما يعم به البلوى... ولهذا لم تقبل شهادة الواحد من أهل المصر على=

3) ایک بڑی وجہ خبر کے احکام میں اختلاف کی یہ ہے کہ جن امور کی متعلق خبر دی جاتی ہے وہ یکساں نہیں ہوتے بلکہ ان میں اہمیت اور نوعیت کے لحاظ سے فرق ہوتا ہے۔ کچھ دینی اور مذہبی معاملات ہوتے ہیں تو کچھ خالص دنیوی اور مادی ہوتے ہیں۔ بعض وہ ہوتے ہیں جو بہت ہی حساس نوعیت کے ہوتے ہیں اوران کے دوررس اثرات ہوتے ہیں جب کہ بعض اپنی اہمیت اور وسعت میں اس درجے کے نہیں ہوتے ہیں۔ بعض وہ ہوتے ہیں جن میں احتیاط کا پہلو لیا جاتا ہے اور بعض میں اگر احتیاط کا

=رؤية هلال رمضان إذا لم تكن بالسماء علة ولم يقبل قول الصبي فيما يدعي من إنفاق مال عظيم على اليتيم في مدة يسيرة وإن كان ذلك محتملا; لأن الظاهر يكذبه في ذلك, ولهذا لو انفرد واحد بنقل قتل ملك في السوق لا يقبل; لأن في العادة يبعد أن لا يستفيض مثله, فكذا هذا... (كشف الاسرار عن أصول فخر الإسلام البزدوي، عبد العزيز بن أحمد بن محمد، علاء الدين البخاري (المتوفى: 730هـ): باب بيان قسم الانقطاع: 24/3، 25.ط/ دار الكتب العلمية—بيروت،الطبعة: الطبعة الأولى 1418هـ/1997م).

ــــ (قوله وإن لم يكن بالسماء علة لم تقبل حتى يراه جمع كثير يقع العلم بخبرهم) لأن التفرد بالرؤية في مثل هذه الحالة يوهم الغلط بخلاف ما إذا كان غيم لأنه قد ينشق الغيم عن موضع الهلال فيتفق للواحد النظر وقوله جمع كثير قال في ظاهر الرواية لم يقدر فيه تقدير وعن أبي يوسف خمسون رجلا مثل القسامة وقيل أكثر أهل المحلة وقيل في كل مسجد واحد أو اثنان والصحيح أنه مفوض إلى رأي الإمام وسواء في ذلك هلال رمضان أو شوال أو ذي الحجة .(الجوهرة النيرة، أبو بكر بن علي بن محمد الحدادي العبادي اليمني - الزَّبِيدِيّ (المتوفى: 800هـ: كتاب الصوم: 169/1.ط/مكتبه حقانيه ملتان).

ــــ خبر الواحد فيما تعم به البلوى مقبول عند الشافعي... وقال أبو حنيفة رض لا يقبل واحتج في ذلك بأن قال ما تعم به البلوى يكثر وقوعه فيكثر السؤال عنه وما يكثر السؤال عنه يكثر الجواب عنه فيقع التحدث به كثيرا وينقل نقلا مستفيضا ذائعا فإذا لم ينقل مثله دل ذلك على فساد أصله.(تخريج الفروع على الأصول، محمود بن أحمد الزنجاني أبو المناقب: كتاب الطهارة: 62/1. مسألة: 6. ط/ مؤسسة الرسالة – بيروت الطبعة الثانية، 1398).

پہلو لیا جائے تو سخت تنگی اور مشقت لازم آتی ہے۔ان تمام امور کو سامنے رکھ کر فقہاء طے کرتے ہیں کہ کب خبر قابل قبول ہے اور کب نہیں۔

معاملات کے بارے میں خبر کا حکم

معاملات سے ایسا لین دین مراد ہے جس میں کسی دوسرے پر کوئی ذمہ داری عائد نہ کی جائے اور ان میں نزاع کی کوئی صورت نہ ہو۔[1] جیسے کسی کو خرید و فروخت کے لیے اپنا وکیل بنانا یا کسی کا کسی دوسرے کی طرف سے ہدیہ پیش کرنا۔ اگر کوئی کسی دوسرے کی طرف سے کوئی چیز فروخت کرے تو خریدار پر تحقیق لازم نہیں کہ آیا فروخت کنندہ کو حقیقت میں اصل مالک نے فروخت کا مجاز بنایا ہے یا نہیں یا جو شخص دوسرے کی طرف سے تحفہ پیش کر رہا ہے تو واقعی مالک نے اسے تحفہ پیش کرنے پر مامور کیا ہے یا نہیں، تحفہ قبول کرنے والے پر اس تحقیق لازم نہیں۔اس جیسے معاملات میں کافر اور مسلمان، عادل اور غیر عادل اور بڑے اور بچے (جب کہ سمجھ دار ہو) سب کی خبر معتبر ہے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو روزمرہ کے معاملات میں سخت دقت پیش آئے گی اور لین کا دین کا سلسلہ ہی بند ہو جائے گا۔[2]

---

1) وكل شيء ليس فيه إلزام ولا ما يدل على النزاع فهو من المعاملات.(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، زين الدين بن إبراهيم بن نجيم ، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ): كتاب الكراهية ،فصل :في الاكل والشرب:187/8.ط/سعيد).

2) يقبل قول الواحد في المعاملات... ومن المعاملات الوكالات والمضاربات والرسالات في الهدايا والإذن في التجارات، كذا في الكافي(الفتاوى الهندية :كتاب الكراهية، الباب الأول في العمل بخبر الواحد،الفصل الأول في الإخبار عن أمر ديني 308/5.ط/رشيديه).

ـــــ والأصل أن المعاملات يقبل فيها خبر كل مميز حرا كان ، أو عبدا مسلما كان ، أو كافرا=

دیانات کا حکم

دیانات سے مراد وہ چیزیں ہیں جو بندے اور رب کے درمیان ہوتی ہیں جیسے کسی چیز کا حلال یا حرام ہونا یا اس کا پاک یا ناپاک ہونا۔ دیانات کا حکم یہ ہے کہ خبر دہندہ کا عادل ہونا ضروری ہے خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام مثلاً پانی کے متعلق کسی مسلمان عادل شخص نے خبر دی کہ پانی ناپاک ہے تو خبر سننے والا اس سے وضو نہ کرے۔ اگر فاسق یا مستور الحال شخص نے خبر دی کہ پانی ناپاک ہے تو تحری کرے یعنی دل کے رجحان پر عمل کرے۔ اگر دل اس کی بات پر جمتا ہو تو پانی کو استعمال میں نہ لائے، اور اگر غالب گمان یہ ہے کہ جھوٹ کہتا ہے تو اس سے وضو کرلے اور احتیاط یہ ہے کہ وضو کے بعد تیمم بھی کرلے۔(1)

=صغيرا كان، أو كبيرا لعموم الضرورة الداعية إلى ذلك، وإلى سقوط اشتراط العدالة فإن الإنسان قلما يجد المستجمع لشرائط العدالة ولا دليل مع السامع يعمل به سوى الخبر فلو لم يقبل خبره لامتنع باب المعاملات ووقعوا في حرج عظيم وبابه مفتوح ولأن المعاملات ليس فيها إلزام واشتراط العدالة للإلزام فلا معنى لاشتراطها فيها فاشترط فيها التمييز لا غير... حتى إذا قال المميز أهدى إليك فلان هذه الجارية، أو بعثني مولاي بها إليك وسعه الأخذ والاستعمال.(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، زين الدين بن إبراهيم بن نجيم، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ): كتاب الكراهية،فصل :في الاكل والشرب: 186/8، 187.ط/سعيد).

1) خبر الواحد يقبل في الديانات كالحل والحرمة والطهارة والنجاسة إذا كان مسلما عدلا ذكرا أو أنثى حرا أو عبدا محدودا أو لا، ولا يشترط لفظ الشهادة والعدد، كذا في الوجيز للكردري، وهكذا في محيط السرخسي والهداية. (الفتاوى الهندية :كتاب الكراهية، الباب الأول في العمل بخبر الواحد،الفصل الأول في الإخبار عن أمر ديني:308/5.ط/رشيديه)=

حلال و حرام چونکہ دیانات سے تعلق رکھتے ہیں اور مقصد بھی حلال و حرام کے احکام کے ہیں، اس لیے انہیں ذرا تفصیل سے اور فہم میں سہولت کے لیے علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔[1]

حلال وحرام کے متعلق خبروں کا حکم

اگر کسی پروڈکٹ کے حلال یا حرام ہونے کے متعلق کوئی خبر سامنے آتی ہے یا سوشل میڈیا پر ایسی کوئی خبر گردش کرتی ہے یا کسی چیز کا حرام یا حلال ہونا لوگوں میں شہرت پالیتا ہے تو ایسی خبر کو شریعت کے معیار پر پرکھا جائے گا۔اس سلسلے میں صرف اتنا کافی نہیں ہے کہ کوئی خبر ہر ایک کی زبان پر ہے اور لاکھوں لوگ اس کے بیان کرنے والے ہیں بلکہ اس خبر کے اصل ماخذ کو دیکھا جائے گا۔اگر خبر کا اصل ماخذ جسے منتہائے

=وإذا حضر المسافر الصلاة فلم يجد ماء إلا في إناء فأخبره رجل أنه قذر وهو عنده مسلم مرضي لم يتوضأ به، وكذلك إذا كان المخبر عبدا أو أمة أو امرأة حرة، هذا إذا كان المخبر عدلا، وإن كان المخبر فاسقا أو مستورا نظر فيه، فإن كان أكبر رأيه أنه صادق يتيمم ولا يتوضأ به، وإن أراقه ثم تيمم بعد ذلك كان أحوط، وإن كان أكبر رأيه أنه كاذب توضأ به ولم يلتفت إلى قوله وأجزأه ذلك ولا تيمم عليه، هذا هو جواب الحكم، فأما في الاحتياط فالأفضل له أن يتيمم بعد الوضوء، كذا في المحيط .(الفتاوى الهندية: كتاب الكراهية، الباب الأول في العمل بخبر الواحد، الفصل الأول في الإخبار عن أمر ديني :309/5. ط/رشيديه).

1) ومن الديانات الحل والحرمة إذا لم يكن فيه زوال ملك. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، زين الدين بن إبراهيم بن نجيم، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى : 970هـ): كتاب الكراهية، فصل في الاكل والشرب:187/8.ط/سعيد).

سند کہتے ہیں، غیر مقبول ہو تو ایسی خبر کا اعتبار نہیں ہو گا، اگرچہ ایسی خبر لوگوں میں کافی مشہور ہو کیونکہ جب دلیل اور سند نہ ہو تو محض عوامی شہرت کا کوئی اعتبار نہیں۔[1]

فرض کیجیے کسی پروڈکٹ کے متعلق کوئی خبر گردش کرتی ہے تو اس کو تحقیق کے درج ذیل عمل سے گزارا جائے گا:

1) اگر خبر متواتر ہو تو اس سے ازروئے شرع یقینی علم حاصل ہوتا ہے اور ایسی خبر ملنے کے بعد اس کے مطابق عمل واجب ہوتا ہے۔ متواتر کے متعلق گزر چکا ہے کہ ایسی خبر کو کہتے ہیں جس کو اتنے زیادہ لوگ بیان کرتے ہوں کہ عقل ان کا جھوٹ پر اتفاق محال سمجھتی ہو۔ فقہاء اس قسم کی خبر کے لیے "عامہ کی خبر" اور "جم غفیر کی خبر" اور "ہر چھوٹے بڑے کی خبر" اور "عام وخاص" اور "عالم وجاہل" اور "خبر مستفیض" اور "کھلے معاملے" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ایسی خبر میں کلمہ "اشہد" شرط ہے نہ خبر دہندہ افراد کا عادل یا مسلمان ہونا شرط ہے اور نہ ہی ایسی خبر کے برخلاف کوئی ثبوت یا شہادت قابل قبول ہو سکتی ہے مگر اس کے

1) لا مجرد الشيوع من غير علم بمن اشاعه كما قد تشيع اخبار يتحدث بها سائر اهل البلدة ولا يعلم من اشاعها. (الفتاوى الشامي، محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252هـ) كتاب الصوم، مطلب ما قاله السبكي من الاعتماد على الحساب مردود: 2/390. ط/سعيد)، و(قواعد الفقه للمفتي عميم الاحسان: القواعدالفقهية، الهمزة المقصورة، استفاضة الخبر: ص: 176. ط/صدف ببلشرز، الصدف ببلشرز، 1407 – 1986- كراتشي).

ساتھ ایسی خبر کے لیے تین ضروری شرطیں بھی ہیں جن میں سے کسی ایک کے فقدان کی صورت میں خبر متواتر نہیں کہلاتی: [1]

پہلی شرط یہ ہے کہ خبر شروع سے لے کر آخر تک متواتر ہو اور کسی مرحلے پر تواتر منقطع نہ ہو۔ چنانچہ اگر کسی خبر سے پورا ملک گونج رہا ہو مگر پہلے پہل اس کے بیان کرنے والے قلیل تعداد میں ہوں یا

شروع سے ایک جم غفیر نے خبر دی ہو مگر درمیان میں خبر اس خوبی سے محروم رہی یا

آغاز اور وسط میں خبر متواتر تھی مگر آخر میں تواتر کی کیفیت نہ رہی تو خبر متواتر نہ کہلائے گی اور اس سے یقین کا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ جن لوگوں نے اولین طور پر خبر دی ہو انھوں نے معاینہ ومشاہدہ کے بعد خبر دی ہو، اگر وہ سنی سنائی بات نقل کریں تو خبر، متواتر نہیں کہلائے

---

1) قوله (لا يتصور تواطؤهم على الكذب) هذا هو المتواتر عند الأصوليين فإنه كما في المنار الذي رواه قوم لا يحصى عددهم ولا يتوهم تواطؤهم على الكذب قال شارحه ولا يشترط في التواتر عدد معين خلافا للبعض قوله (بلا شرط عدالة) أي لا يشترط العدالة والإسلام في المخبرين حتى لو أخبر جمع غير محصورين من كفار بلدة بموت ملكهم حصل لنا اليقين كما في شرح المنار- (تكملة ردالمحتار: كتاب الشهادات، مطلب إذا لم يكن الوقف قديما لا بد من ذكر واقفه في الشهادة عليه: 100/7. ط/سعيد).

ـــــ الخبر المتواتر... وذلك أن يرويه قوم لا يحصى عددهم ولا يتوهم تواطؤهم على الكذب لكثرتهم وعدالتهم وتباين اماكنهم ويدوم هذا الحد فيكون آخره وأوسطه كطرفيه وذلك مثل نقل القرآن.(أصول البزدوي- كنز الوصول الى معرفة الأصول، علي بن محمد البزدوي الحنفي: باب بيان اقسام السنة، باب المتواتر، ص:150. ط/: مطبعة جاويد بريس- كراتشي).

گی، اگرچہ بیان کرنے والے لاکھوں کی تعداد میں ہوں اور پورے شہر یا ملک میں اس خبر کے چرچے ہوں۔

اس دوسری شرط سے مقصود یہ ہے کہ واقعے کا حسی اور مشاہداتی علم ضروری ہے چنانچہ اگر کسی واقعے کو وقوع پذیر ہوتے ہوئے چند افراد نے مشاہدہ کیا ہو مگر بعد میں اسے تواتر کی صفت حاصل ہو گئی تو ایسی خبر متواتر نہ کہلائے گی۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جس واقعے کی اطلاع دی گئی ہو اس کا وقوع ممکن بھی ہو اور وہ مشاہدے میں بھی آسکتا ہو چنانچہ اگر ایسے واقعے کی اطلاع دی گئی جس کا وقوع عقلی طور پر محال ہو یا عقلی طور پر ممکن ہو لیکن تجربہ اور مشاہدے میں نہ آسکتا ہو تو ایسی خبر بھی متواتر نہ ہونے کی وجہ سے یقین کا فائدہ نہ دے گی۔ اس اصول سے رسالت مآب ﷺ کی شخصیت مبارکہ مستثنیٰ ہے۔(1)

---

1) يشترط في التواتر ثلاثة شروط. الشرط الأول: يلزم أن يكون جما غفيرا لا يجوز عقل القاضي اتفاقهم على الكذب سهوا أو خطأ أو عمدا (شرح المنار). ويلزم دوام الكثرة في الشهود فيجب أن يكون آخره كأوله وأوله كآخره وأوسطه كطرفيه حتى أنه لو أخبر جم غفير غير محصور من الممكن أن يتفق لغرض من الأغراض على الكذب فلا يكون إخبارهم تواترا (التلويح). ويدعى إخبار الجم الغفير أحيانا إخبار الكل وإخبار العامة وإخبار كل صغير وكبير وعالم وجاهل وأحيانا الخبر المستفيض والأمر المشهور والأمر المكشوف وعلى ذلك يجب أن يكون المخبرون جما غفيرا ولا يشترط أن يكون بلدة المخبرين مختلفة ومحلاتهم مختلفة وبيوتهم بعيدة عن بعضهم البعض فلذلك يجوز تواتر أهالي مدينة أو أهالي قرية (البهجة). الشرط الثاني: أن يكون المخبر به مبنيا على الحس سواء حس السمع أو البصر (كشف الأسرار). فلذلك إذا أخبر جم غفير عن مسألة عقلية كمسألة حدوث العالم فلا يفيد ذلك العلم إذ أن حصول العلم في تلك المسائل العقلية إنما يكون بالاستدلال انظر شرح المادة (1698). الشرط الثالث: أن يكون المخبر به ممكنا فلذلك إذا أخبر المخبرون بأمر مستحيل عقلا فلا يحصل علم اليقين=

اگر تواتر کے اس معیار پر آج کل کی پھیلی ہوئی خبروں کو جانچا جائے تو شاید ہی کوئی خبر ہو گی جسے متواتر کہنا درست ہو گا کیونکہ جو لوگ اولین طور پر کسی خبر کو بیان کرتے

=مطلقا (التلويح). (درر الحكام شرح مجلة الاحكام، علي حيدر: الكتاب الخامس عشر، الباب الاول، الفصل السادس في تزكية الشهود: 422/4. رقم المادة: 1734. ط/دار الكتب العلمية، بيروت).

ـــــ ومعنى المتواتر على مقتضى كلامه ما يكون رواته في كل عهد قوما لا يحصى عددهم، ولا يمكن تواطؤهم على الكذب لكثرتهم, وعدالتهم وتباين أماكنهم فقوله: في كل عهد احتراز عن المشهور وقوله: لا يحصى عددهم معناه لا يدخل تحت الضبط, وفيه احتراز عن خبر قوم محصور، وإشارة إلى أنه لا يشترط في التواتر عدد معين على ما ذهب إليه بعضهم من اشتراط خمسة أو اثني عشر أو عشرين أو أربعين أو خمسين قولا من غير دليل. وقوله: ولا يمكن تواطؤهم أي: توافقهم على الكذب، عند المحققين تفسير للكثرة بمعنى أن المعتبر في كثرة المخبرين بلوغهم حدا يمتنع عند العقل تواطؤهم على الكذب حتى لو أخبر جمع غير محصور بما يجوز تواطؤهم على الكذب فيه لغرض من الأغراض لا يكون متواترا وأما ذكر العدالة وتباين الأماكن فتأكيد لعدم تواطئهم على الكذب, وليس بشرط في التواتر حتى لو أخبر جمع غير محصور بما يجوز تواطؤهم على الكذب فيه لغرض من الأغراض لا يكون متواترا وأما ذكر العدالة وتباين الأماكن فتأكيد لعدم تواطئهم على الكذب وليس بشرط في التواتر, حتى لو أخبر جمع غير محصور من كفار بلدة بموت ملكهم حصل لنا اليقين...... ثم المتواتر لا بد أن يكون مستندا إلى الحس سمعا أو غيره حتى لو اتفق أهل إقليم على مسألة عقلية لم يحصل لنا اليقين حتى يقوم البرهان.(شرح التلويح على التوضيح، سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني الشافعي (المتوفى: 793هـ): الركن الثاني: السنة، فصل في الاتصال: 4/2. ط/ دار الكتب العلمية بيروت — لبنان، الطبعة: الطبعة الأولى 1416هـ - 1996م).

ـــــ الثالث: في شروط التواتر أما صحيحها فثلاثة كلها في المخبرين.

1 - تعددهم إلى أن يمتنع تواطؤهم على الكذب عادة.

2 - إسنادهم إلى الحس بخلاف حدوث العالم.

3 - استواء الطرفين والواسطة في حد التواتر (فصول البدائع، محمد بن حمزة بن محمد، شمس الدين الفناري (أو الفَنَري) الرومي (المتوفى: 834هـ: الركن الثاني: من السنة، الفصل الأول: في تقسيمه باعتبار الاتصال: 241/2. ط/دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة: الأولى، 2006م - 1427هـ).

ہیں ان کا علم حسی اور مشاہداتی نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ دوسروں سے منقول خبر کو آگے نشر کرتے ہیں یا اگر ان کو حسی علم حاصل بھی ہو تو اتنے لوگوں کو نہیں ہوتا جس قدر تواتر کے تحقق کے لیے ضروری ہے مثلاً ایک شخص غیر شرعی ذبیحہ ہوتے ہوئے دیکھتا ہے یا کسی پروڈکٹ میں کوئی حرام عنصر شامل کرتے ہوئے کسی کو دیکھتا ہے اور اس خبر کو آگے بڑھا دیتا ہے، رفتہ رفتہ لوگ اس پر یقین کرتے چلے جاتے ہیں اور خبر پھیلتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ ہر خاص وعام تک پہنچ جاتی ہے تو اسے متواتر نہیں کہا جا سکتا۔ (1)

تواتر کے سلسلے میں ایک صورت اور بھی ممکن ہے جس کو فقہاء نے مدعی اور مدعی علیہ کے بیان میں لکھا ہے، وہ یہ ہے کہ دونوں جانب تواتر ہو یعنی مدعی اور مدعی علیہ دونوں تواتر کا سہارا لیتے ہوں۔ ایسی صورت میں حاکم کو دقت نظر سے تواتر کی جانچ کرنا پڑتی ہے۔ اگر عدالت محسوس کرے کہ ایک جانب تواتر اور دوسری جانب تواتر

1) واما خبر المتواتر من الناس لبعضهم بعضا بذلك ممنوع لاستناد الكل فيه الى الظن والتوهم والتخمين واستفادة الخبر من بعضهم لبعض بحيث لو سالت كل واحد منهم عن روية ذلك ومعاينته لقال لم اعيانه وانما سمعت ومن قال عيانته تستكشف عن حاله تراه مستندا الى ظنون وامارات وهمية وعلامات ظنية وربما اذا تاملت وتفحصت وجدت خبر ذلك التواتر الذى تذعمه كله مستندا فى الاصل خبر واحد اواثنين... وكذلك الاخبار الشايعة فى الناس من بعضهم لبعض باطعن وذكر المعاصى والقبايح مستندة الى خبرواحد اواثنين والواحد ايضا قوله مبنى على الظن والتهمة بحيث لو سالته لانكر التحقيق واعترف بالعلامة الوهمية فلايجوزلاحد ان يقول ثبت عندى بالتواتر معصية فلان لان الناس اخبرونى بذلك وهم كثيرون لان تواترهم فى مثل ذلك ممنوع لاعتيادهم على النقل عن بعضهم بعضا بمجرد الاخبار من غير تحقيق... وغالب الاخبار كذب لا أصل لها،ولذلك قال افقهاء السوال عن الاخبار المحدثة فى البلد كرهه بعضهم مطلقا ورخص بعضهم الاستخبار وان لم يرخص الاخبار كذا فى الفتاوى الظهيرية وانما ذلك لغلبة الكذب فى الناس خصوصا فى زماننا هذا.

نہیں ہے تو عدالت پہلی جانب کو تواتر کا درجہ دے کر دوسری جانب کو مسترد کردی گئی کیونکہ دوسری جانب جب متواتر نہ ہوئی تو اس کی حیثیت شہادت کی ہوگئی اور شہادت، متواتر خبر کے مقابل نہیں ہوسکتی۔

لیکن فرض کیجیے کہ دونوں جانب کا دقت سے جائزہ لینے کے بعد عدالت اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ تواتر کی صفت دونوں جانب موجود ہے تو اب عدالت پر لازم ہوگا کہ وہ انتہائی صدق نیت سے اور نفسانی اغراض سے خالی ہوکر گہرے غور وفکر سے کام لے اور دونوں جانب تواتر کی شرائط کی مکمل چھان بین کرنے کے بعد جس جانب اس کا دل زیادہ مطمئن ہوا سے متواتر قرار دے کر دوسری جانب کو ساقط الاعتبار قرار دے دے۔ (1)

2) اگر خبر انتہائی عام اور مشہور ہو یہاں تک کہ ہر ایک زبان پر ہو مگر اس کا ماخذ کم از کم ایک عادل مسلمان ہو تو اس خبر کا قبول کرنا واجب ہے۔ (2)

---

1) فعلى هذه الصورة إذا بيّن الطرفان بأنهما سيثبتان دعواهما ببينة التواتر فلا ترجح بينة أحدهما توفيقا للمسائل التي ترجح فيها البينة العادية بطلان البينة من الطرف الراجح. فلذلك إذا استند الطرفان على بينة التواتر وأحضر كل منهما جماعة فالقاضي يمعن النظر فيقبل خبر جماعة الطرف الذي يرى أنه جامع شروط التواتر وموجب لاطمئنانه ; لأن التواتر لما كان خبرا صدقا ويحصل به علم اليقين فتكون حجة الطرف الآخر كذبا محضا ومن المحال أن تجتمع شروط التواتر في البينتين وأن يطمئن القاضي بهما وإذا كانت الجماعة التي أحضرها كلا الطرفين غير جامعة شروط التواتر تكون في حكم البينة العادية والقاضي يزكي شهود الطرف الراجح توفيقا لمسائل ترجيح البينات ويحكم أي يجري المعاملة حسب المادة (1769).(درر الحكام شرح مجلة الاحكام،علي حيدر: الكتاب الخامس عشر،الباب الاول، الفصل الثالث في شروط الشهادة الاساسية: رقم المادة:1698. ط/دار الكتب العلمية،بيروت). 346/4

2) خبر الواحد في الديانات مقبول إذا كان عدلا.(قوله: بخلاف الديانات المقصودة) أي التي لم تكن تبعا للمعاملات. اهـ(حاشية الشلبي على تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق،=

3) اگر خبر کا منتہائے سند یا اولین ماخذ کوئی فاسق یا فساق ہوں یا کوئی مستور الحال مسلمان ہو تو تحری واجب ہے۔اگر دل ایسی خبر پر مطمئن ہوتا ہو تو قبول کرلے اور اگر دل اس کی خبر پر مطمئن نہ ہوتا ہو تو خبر مسترد کرسکتا ہے مگر قبول کرنا بہتر ہے کیونکہ فاسق کی خبر میں احتمال صدق کا بھی ہے اور مستور الحال کی عدالت اگر ثابت نہیں تو فسق بھی ثابت نہیں۔[1]

=شهاب الدين أحمد بن محمد بن أحمد بن يونس بن إسماعيل يونس الشِّلْبِيُّ: كتاب الكراهية:12/6.ط/المطبعة الكبرى الأميرية -بولاق، القاهرة، الطبعة: الأولى، 1313 هـ) (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، زين الدين بن إبراهيم بن نجيم، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ: كتاب الجنائز،فصل: السلطان أحق بصلاته:188/2. ط/سعيد).

1) (وقسم يحتملهما): أي الصدق والكذب، كخبر الفاسق يحتمل الصدق باعتبار دينه، ويحتمل الكذب باعتبار فسقه.(وحكمه: التوقف فيه)؛ لاستواء الجانبين، وقد قال تعالى: {إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا}.(خلاصة الأفكار شرح مختصر المنار لابن قطلوبغا: باب بيان أقسام السنة،ص:139.ط/ دار ابن حزم،الطبعة: الأولى، 1424 هـ - 2003 م)...... بل يقبل خبره إذا وقع صدقه في قلب السامع لما أن الفاسق عندنا أهل لأداء الشهادة مع القصور، لكن لا يقبل خبره مطلقًا. (الكافي شرح البزدوي: كتاب السنة، باب بيان شرائط الراوي التي هي من صفات الراوي ،باب تفسير هذه الشروط : 3:1301.ط/مكتبة الرشد للنشر والتوزيع،الطبعة: الأولى،1422هـ-2001م).

ـــــ ولا يقبل قول المستور في الديانات في ظاهر الروايات وهو الصحيح هكذا في الكافي..... وإن كان المخبر فاسقا أو مستورا نظر فيه،فإن كان أكبر رأيه أنه صادق يتيمم ولا يتوضأ به، وإن أراقه ثم تيمم بعد ذلك كان أحوط ، وإن كان أكبر رأيه أنه كاذب توضأ به ولم يلتفت إلى قوله وأجزأه ذلك ولا تيمم عليه،هذا هو جواب الحكم،فأما في الاحتياط فالأفضل له أن يتيمم بعد الوضوء ، كذا في المحيط .(الفتاوى الهندية: كتاب الكراهية، الباب الأول في العمل بخبر الواحد، الفصل الأول في الإخبار عن أمر ديني :309/5.ط/رشيديه).

4) نمبر چار کی صورت میں اگر تحری سے خبر دہندہ کے صدق کا گمان غالب ہوتا ہو تو شے سے احتراز بہتر ہے مگر اس سے حرمت قطعی ثابت نہ ہو گی اور اجازت پھر بھی ہو گی ایسے موقع پر تحری صرف تحري کرنے والے کے حق میں حجت ہو گی اور کسی دوسرے مسلمان پر لازم نہ ہو گا کہ اس کی تحری کے مطابق عمل کرے۔[1]

5) اگر خبر کا منتہائے سند غیر مسلم ہوں تو اس خبر کا اعتبار نہیں تاہم اگر ان کے صدق کا گمان ہوتا ہو تو احتیاط بہتر ہے مگر لازم پھر بھی نہیں اور اگر ان کا صدق دل پر نہ جمتا ہو تو احتیاط کی بھی ضرورت نہیں۔[2]

6) اگر خبر درج بالا شرائط کے روسے اس معیار کی نہیں ہے جس سے کسی چیز کی حرمت یا نجاست ثابت ہو جائے مگر کوئی شخص شبہات سے پرہیز کرتے ہوئے اجتناب برتتا ہے تو بہتر ہے مگر اس احتیاط کی وجہ سے وہ کسی شے کو حرام یا نجس نہیں ٹھہرا سکتا۔

---

1) ألا ترى أن التحري لما كان أمرا باطنا لا يوقف عليه لم يكن حجة على الغير حتى أن كل أحد يعمل بتحريه دون صاحبه. (كشف الاسرار عن أصول فخر الإسلام البزدوي، عبد العزيز بن أحمد بن محمد، علاء الدين البخاري (المتوفى: 730ھ): باب القياس، باب الركن: 518/3.ط/ دار الكتب العلمية–بيروت، الطبعة: الطبعة الأولى 1418ھ/ 1997م).

ــــ ألا ترى أن التحري في باب القبلة لا يتعدى ممن أبتلي به ولا يصير قبلة في حق غيره. (الكافي شرح البزدوي: باب الركن: 1748/4.ط/ مكتبة الرشد للنشر والتوزيع، الطبعة: الأولى، 1422ھ - 2001م).

2) ولا يقبل قول الكافر في الديانات إلا إذا كان قبول قول الكافر في المعاملات يتضمن قوله في الديانات، فحينئذ تدخل الديانات في ضمن المعاملات فيقبل قوله فيها ضرورة هكذا في التبيين. (الفتاوى الهندية: كتاب الكراهية، الباب الأول في العمل بخبر الواحد، الفصل الأول في الإخبار عن أمر ديني: 308/5.ط/ رشيديه).

7) اگرایک عادل شخص کسی چیز کے ناپاک ہونے کی خبر دیتاہے اور دوسرا کہتا ہے کہ پاک ہے یاایک مسلمان خبر دیتاہے کہ مسلم کاذبیحہ ہے۔ اور دوسرا کہتاہے کہ مشرک کاذبیحہ ہے توایسے موقع پر تحری کرنے کے بعد غالب گمان پر عمل کرے۔[1]

8) بے بنیاد خبروں، جھوٹی افواہوں، غیر مصدقہ اطلاعات اور محض عوامی شہرت کا کوئی اعتبار نہیں، جب کہ اس کے پس پشت کوئی سند اور دلیل نہ ہو۔[2]

1) إذا أخبره واحد بنجاسة الماء، وأخبره واحد بطهارة الماء، وهما عدلان، فإن هناك يتحرى وتثبت المعارضة بين الخبرين حتى أمر بالتحري. وكذلك إذا اخبر أحدهما أن هذا اللحم ذبيحة مجوسي، وأخبر الآخر أنه ذبيحة المسلم، هما عدلان، فإنه يتحرى وتثبت المعارضة بين الخبرين. (المحيط البرهاني، محمود بن أحمد بن الصدر الشهيد النجاري برهان الدين مازه : كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الأول في العمل بخبر الواحد :116/5. ط/ دار إحياء التراث العربي).

2) لا مجرد الشيوع من غير علم بمَن اشاعه كما قد تشيع اخبار يتحدث بها سائر اهل البلدة ولايعلم من اشاعها. (الفتاوى الشامي، محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252هـ): كتاب الصوم ، مطلب ما قاله السبكي من الاعتماد على الحساب مردود :390/2. ط/سعيد)، و(قواعد الفقه للمفتي عميم الاحسان: القواعدالفقهية، الهمزة المقصورة، استفاضة الخبر: ص:176. ط/صدف ببلشرز، الصدف ببلشرز، 1407 – 1986۔ كراتشي).

اختتامیہ

1) حلال و حرام کے متعلق جن احکام کا اوپر بیان ہوا، اگر غور کیا جائے تو ان سب کا تعلق ایسی صورت حال سے ہے کہ جب کسی کو کوئی خبر ملے تو شریعت کی رو سے اس کا رویہ کیا ہونا چاہیے۔ یہ امر کہ خود خبر دینے کے متعلق شریعت کی کیا ہدایات ہیں اور خبر دہندہ کو شریعت نے کن احکامات کا پابند بنایا ہے، یہ ایک الگ، مستقل اور تفصیلی موضوع ہے۔

2) عام میڈیا کی خبر کا حکم فاسق کی خبر کا ہے جس کی تحقیق ضروری ہے اور سوشل میڈیا کی خبروں کے متعلق اور زیادہ احتیاط لازم ہے کیونکہ عام میڈیا کے مقابلے میں اس کی ساکھ کافی کمزور ہے۔

3) کسی چیز کے بارے میں خبر کا مطلب خاص اس چیز کے بارے میں خبر ہے جو ہاتھ میں ہے یا جس کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے لیکن اگر یقینی ذرائع سے معلوم ہو کہ اس نوع کی دیگر مصنوعات میں بھی کوئی ناجائز عنصر شامل ہے تو پھر سب کا حکم ایک ہو گا۔

4) اگر کسی چیز کے متعلق کچھ علم نہ ہو اور معاملہ گوشت یا اس سے بنی ہوئی کسی چیز کا نہ ہو تو وہ حلال کہلائے گی۔

5) اگر کسی چیز کے بارے میں ایسی خبر ہو جس کی صحت کی جانچ کے لیے ماہرین کی رائے ضروری ہو تو متعلقہ ماہرین کی رائے لینا ضروری ہو گا۔

(52) قانون ضرورت

ضرر کا معنی نقصان ہے اور اسی سے ضرورت ماخوذ ہے۔[1] جب مقاصد شریعت میں سے کسی ایک کو ضرر پہنچتا ہے تو ضرورت کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔اس حالت ضرورت میں ضرر کو دور کرنے کے لیے شریعت کوئی صورت تجویز کرتی ہے یا تو ممنوع کو مباح کر دیتی ہے یا واجب کے ترک کو گوارا کر لیتی ہے،دونوں صورتوں میں مقصود مقاصد شریعت کا تحفظ ہوتا ہے۔

ضرورت سے کم تر درجہ حاجت کا ہے جس میں ضرر کی نوعیت ضرورت جیسی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے رخصت اور سہولت بھی ضرورت سے کم تر درجے کی عنایت ہوتی ہے مگر حاجت جب شدت اختیار کر جائے تو بڑھ کر ضرورت کے درجے پر جا پہنچتی ہے اور ضرورت جب شدید نوعیت کی ہو تو وہ اضطرار کہلاتی ہے جو ضرورت کا اعلیٰ اور انتہائی درجہ ہے۔[2]

1) الضّرر: نقصانٌ يدخل فی الشیء يقال: دخل عليه ضَرر فی ماله. (الفائق في غريب الحديث والاثر، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، الزمخشري جار الله (المتوفى: 538(:حرف السين، السين مع الهاء:2/213.ط/دار المعرفة–لبنان، الطبعة الثانية).

2) والمضطر الذي يخاف على نفسه من العطش والجوع يباح له تناول الميتة وشرب الخمر ولا يباح له ذلك عند أدنى الجوع ما لم يخف التلف على نفسه. (المبسوط، محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي: كتاب الاكراه، باب ما يكره عليه اللصوص غير المتأولين:24/47.ط/دار المعرفة–بيروت، الطبعة: 1414ھ-1993م).

ضرورت کا قاعدہ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اب تک جو شرعی غذائی احکام بیان ہوئے،ان کا تعلق عام حالات سے ہے مگر ضرورت کے وقت شریعت اپنے احکام میں لچک دے دیتی ہے۔ مقصد انسان کو تکلیف ومشقت سے بچانااور سہولت اور آسانی فراہم کرناہوتاہے البتہ دیگر احکام کی طرح ضرورت کی بھی حدود و قیود مقرر ہیں مثلا:

صورت حال ناگزیر نوعیت کی ہو۔

اس سے بچنے کی کوئی اور سبیل نہ ہو۔

جو اقدام اٹھایا جائے وہ ضرورت کے تناسب سے ہو اور استثنائی حالات کی حد تک ہو وغیرہ۔[1]

ضرورت میں علاج ومعالجہ بھی شامل ہے چنانچہ علاج کی غرض سے حرام کے استعمال کی اجازت ہے، مگر شرط ہے کہ:

1) کوئی اور جائز متبادل دستیاب نہ ہو۔

---

1) والضرورة هي خوف الضرر بترك الأكل إما على نفسه أو على عضو من أعضائه فمتى أكل بمقدار ما يزول عنه الخوف من الضرر في الحال فقد زالت الضرورة ولا اعتبار في ذلك بسد الجوعة .(احكام القرآن، أحمد بن علي المكني بأبي بكر الرازي الجصاص الحنفي: باب في مقدار ما يأكل المضطر: 160/1.ط/ دار إحياء التراث العربي-بيروت، 1405).

ــــ ب - حالة الاضطرار: كما إذا وجد الشخص في حالة لو لم يتناول المحرم هلك، ولا تكون للخروج عن هذه الحالة وسيلة أخرى، كحالة الجوع والعطش الشديدين .ففي هذه الحالات يجوز اتفاقا - بل يجب عند الأكثر - أكل ما حرم الله من الميتة والدم والأموال المحرمة ، بشرط ألا يسرف الآكل والشارب ، ولا يتجاوز الحدود الشرعية المقررة التي سيأتي تفصيلها .(الموسوعة الفقهية: حرف الالف، الإسراف في المحرمات: 189/4.ط/ دار السلاسل — الكويت).

2) دین دار اور ماہر طبیب کی یہی رائے ہو۔

3) صحت یابی کا غالب گمان ہو۔[1]

وصلی الله علی النبي الكريم.

1) وقال في النهاية يجوز التداوي بالمحرم كالمر والبول إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء , ولم يجد غيره من المباح ما يقوم مقامه والحرمة ترتفع للضرورة فلم يكن متداويا بالحرام (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق،فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي (المتوفى: 743هـ): كتاب الكراهية، فصل في البيع :33/6.ط/ المطبعة الكبرى الأميرية - بولاق، القاهرة،الطبعة: الأولى، 1313 هـ).

___ قوله (اختلف في التداوي بالمحرم) ففي النهاية عن الذخيرة يجوز إن علم فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر، وفي الخانية في معنى قوله عليه الصلاة والسلام إن الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم كما رواه البخاري أن ما فيه شفاء لا بأس به كما يحل الخمر للعطشان في الضرورة.(ردالمحتار على الدر المختار، محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252هـ): كتاب الطهارة،باب المياه،مطلب في التداوي بالمحرم: 210/1.ط/سعيد).

مصادر و مراجع

تفاسیر

1-أحكام القرآن، أحمد بن على أبو بكر الرازى الجصاص الحنفى (المتوفى 370ھ)، ط: دار احياء التراث العربى.
2-بيان القرآن، حكيم الامت مولانا أشرف على تهانوىؒ، مير محمد كتب خانه، كراچی.
3-تفسير ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير (المتوفى: 774ھ)، ط: دار طيبة، الطبعة الثانية 1420ھ-1999م.
4-تفسير بغوى، محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي (المتوفى: 510ھ)، ط: دار طيبة للنشر والتوزيع، الطبعة: الرابعة، 1417ھ-1997ء.
5-ترجمہ قرآن، از مولانا فتح محمد جالندھریؒ.
6-معارف القرآن، مفتی محمد شفیع دیوبندی، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، طبع جدید: 1429ھ=2008.

حدیث و متعلقات حدیث

7-اكمال المعلم بفوائد مسلم، عياض بن موسى بن عياض بن عمرون اليحصبي السبتي، أبو الفضل (المتوفى: 544ھ) ط: دار الوفاء للطباعة والنشر والتوزيع، مصر، الطبعة: الأولى، 1419ھ-1998م.

8- الإمام في بيان أدلة الأحكام، أبو محمد عز الدين عبد العزيز بن عبد السلام بن أبي القاسم بن الحسن السلمي الدمشقي، الملقب بسلطان العلماء (المتوفى: 660هـ) ط: دار البشائر الإسلامية، 1407هـ-1987م.

9- التنوير شرح الجامع الصغير، محمد بن إسماعيل بن صلاح بن محمد الحسني، الكحلاني ثم الصنعاني، أبو إبراهيم، عز الدين، المعروف لافه بالأمير (المتوفى: 1182هـ) ط/ مكتبة دار السلام، الرياض، الطبعة: الأولى، 1432 هـ-2011م.

10- الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم، أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري: دار الجيل بيروت دار الأفاق الجديدة ـ بيروت-

11- سنن ابن ماجه، ابن ماجه أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني (المتوفى: 273هـ)، ط: قديمی، کراچی.

12- سنن الدار قطني، أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي بن مسعود بن النعمان بن دينار البغدادي الدارقطني (المتوفى: 385هـ) ط: دار المعرفة - بيروت، 1386–1966.

13- سنن النسائي الكبرى، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: 303هـ) ط: مؤسسة الرسالة -بيروت، الطبعة: الأولى، 1421 هـ - 2001م.

14- شرح المصابيح لابن الملك، مُحَمَّدُ بنُ عزِّ الدِّينِ عبدِ اللطيف بنِ عبد العزيز بن أمين الدِّين بنِ فِرِشْتَا، الرُّوميُّ الكَرمانيّ، الحنفيُّ، المشهور بـ ابن المَلَك

(المتوفى: 854 ھ) ط :إدارة الثقافة الإسلامية، الطبعة: الأولى، 1433 ھ-2012م.

15-شرح النووي على مسلم،أبوزكريايحيى بن شرف بن مري النووي ط:قديمي.

16- شعب الايمان للبيهقى ،الثالث والثلاثون من شعب الإيمان ،ط/ دار الكتب العلمية—بيروت،الطبعة الأولى،1410ھ.

17- صحيح ابن حبان ،محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (المتوفى: 354ھ)ط: بيروت، الطبعة الثانية،1414–1993م.

18-صحيح البخاري،محمدبن إسماعيل أبوعبدالله البخاري الجعفي ط: قديمي.

19- غريب الحديث للخطابي ، أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم بن الخطاب البستي المعروف بالخطابي (المتوفى:388ھ)ط:دار الفكر -دمشق 1402 ھ-1982.

20-فتح الباري،أحمدبن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي ط : دار المعرفة -بيروت،1379.

21- مسند احمد،أبو عبدالله أحمدبن محمدبن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: 241)ط:مؤسسة الرسالة،الطبعة: الثانية 1420ھ،1999م.

22- المعجم الكبير للطبرانى، سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: 360ھ) ط: مكتبة العلوم والحكم – الموصل،الطبعة الثانية،1404–1983م.

اصول فقہ

23- أصول البزدوي، عبد العزيز بن أحمد بن محمد، علاء الدين البخاري الحنفي (المتوفى: 730ھ) ط: مطبعة جاويد بريس — كراتشي.

24- أصول السرخسى، شمس الدين أبو بكر محمد بن أبي سهل السرخسي، ط: دار الكتاب العلمية بيروت لبنان، الطبعة الاولى 1414ھ-1993م.

25- التحبير شرح التحرير، علاء الدين أبي الحسن علي بن سليمان المرداوي الحنبلي (المتوفى 885ھ) ط: مكتبة الرشد، الرياض، 1421ھ-2000م.

26- تخريج الفروع على الأصول، محمود بن أحمد بن محمود بن بختيار، أبو المناقب شهاب الدين الزَّنْجاني (المتوفى: 656ھ) ط: مؤسسة الرسالة — بيروت الطبعة الثانية، 1398.

27- التقرير والتحرير، أبو عبد الله، شمس الدين محمد بن محمد بن محمد المعروف بابن أمير حاج ويقال له ابن الموقت الحنفي (المتوفى: 879) ط: دار الفكر، بيروت، 1417ھ-1996م.

28- خلاصة الأفكار شرح مختصر المنار ،أبو الفداء زين الدين قاسم بن قُطْلُوْبَغَا السُّوْدُوْنِي الجمالي الحنفي (المتوفى: 879ھ) ط: دار ابن حزم، الطبعة: الأولى، 1424ھ-2003م.

29- شرح التلويح على التوضيح لمتن التنقيح في أصول الفقه، سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني (المتوفى: 793ھ) ط: دار الكتب العلمية بيروت

الطبعة: الطبعة الأولى 1416هـ-1996م.

30- علم اصول الفقه: سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني (المتوفى: 79364) ط: مكتبة الدعوة.

31- غمز عيون البصائر للحموي، أحمد بن محمد مكي، أبو العباس، شهاب الدين الحسيني الحموي الحنفي (المتوفى: 1098هـ) ط: ادارة القرآن، كراتشي، الطبعة الثانية: 1424هـ=2004م.

32-فصول البدائع، محمد بن حمزة بن محمد، شمس الدين الفناري (أو الفَنَري) الرومي (المتوفى: 834هـ) ط: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة: الأولى، 2006م - 1427هـ.

33- الكافي شرح البزدوي، الحسين بن علي بن حجاج بن علي، حسام الدين السِّغْنَاقي (المتوفى: 711هـ) ط: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع، الطبعة: الأولى، 1422هـ-2001م.

34-كشف الاسرار، عبد العزيز بن أحمد بن محمد، علاء الدين البخاري الحنفي (المتوفى: 730هـ) ط: دار الكتب العلمية –بيروت، الطبعة: الطبعة الأولى 1418هـ/1997.

35-المحصول للرازي، أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري المتوفى: 606هـ) ط: جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية –الرياض، الطبعة الأولى، 1400هـ.

36- المستصفى في علم الأصول - ، للامام ابى حامد الغزالى (المتوفى: 505)

ط :الرسالة-الطبعة:الأولى،1417ھ/1997م.
37- نزهة الأعين النواظر في علم الوجوه والنظائر لابن الجوزى ،جمامل الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي.(المتوفى: 597ھ)ط: مؤسسة الرسالة-لبنان بيروت-1404ھ-1984م،الطبعة:الأولى.
38- نهاية المطلب في دراية المذهب ، عبد الملك بن عبد الله بن يوسف بن محمد الجويني، أبو المعالي، ركن الدين، الملقب بإمام الحرمين (المتوفى: 478ھ ط:دار المنهاج،الطبعة:الأولى،1428ھ-2007م-
39- نهاية السول شرح منهاج الاصول ، عبد الرحيم بن الحسن بن علي الإسنوي الشافعيّ، أبو محمد، جمال الدين (المتوفى: 772ھ)ط :دار الكتب العلمية-بيروت-لبنان،الطبعة الأولى1420ھ-1999م-
40-الوجيز فى اصول الفقه ،ا الأستاذ الدكتور محمد مصطفى الزحيلي ط :دار الخير للطباعة والنشر والتوزيع، دمشق —سوريا، الطبعة: الثانية، 1427ھ-2006م-

فقہ وفتاوی

41-الاختيار لتعليل المختار، عبد الله بن محمود بن مودود الموصلي البلدحي، مجد الدين أبو الفضل الحنفي (المتوفى: 683ھ)،بيروت لبنان-
42- الاصل للشيباني ، أبو عبد الله محمد بن الحسن بن فرقد الشيباني (المتوفى: 189ھ)1/225.ط/ دار ابن حزم، بيروت لبنان، الطبعة: الأولى، 1433ھ-

2012م.
43- اعلام الموقعين عن رب العالمين ،محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى: 751هـ)،ط :دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية، الطبعة: الأولى، 1423هـ.
44- البحرالرائق شرح كنزالدقائق،زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى: 970هـ) ط :مكتبه رشيدية، كوئٹه.
45-بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع ،علاء الدين، أبوبكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587هـ) ط :سعيد.
46۔ بہشتی زیور، حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی،ط: میر محمد کتب خانہ کراچی۔
47- التجريد للقدوري ،أحمد بن محمد بن أحمد بن جعفر بن حمدان أبو الحسين القدوري (المتوفى: 428هـ) ط/ دار السلام —القاهرة، الطبعة: الثانية، 1427هـ-2006م.
48- تحفة الفقهاء، محمد بن أحمد بن أبي أحمد، أبو بكر علاء الدين السمرقندي (المتوفى: نحو 540هـ) ناشر: دار الكتب العلمية.
49- الجوهرة النيرة ،أبو بكر بن علي بن محمد الحدادي العبادي الزَّبِيدِيّ اليمني الحنفي (المتوفى: 800هـ) ط/مكتبه حقانيه ملتان.
50- حاشية الشلبي على تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، شهاب الدين أحمد بن محمد بن أحمد بن يونس بن إسماعيل يونس الشِّلْبِيُّ (المتوفى: 1021هـ) ط :

المطبعة الكبرى الأميرية -بولاق، القاهرة، الطبعة: الأولى، 1313ھ.
51- الحجة على اهل المدينة, أبو عبد الله محمد بن الحسن بن فرقد الشيباني (المتوفى: 189ھ) ط: عالم الكتب، سنة النشر 1403ھ.
52- الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية ،للعلامة عبدالغنى النابلسي، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد.
53- درر الحكام شرح مجلة الاحكام ،علي حيدر خواجه أمين أفندي (المتوفى: 1353ھ) ط/دار الكتب العلمية، بيروت.
54- درر الحكام شرح غرر الأحكام ،محمد بن فرامرز بن علي الشهير بملا -أو منلا أو المولى- خسرو (المتوفى: 885ھ.
55- رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الابصار ،محمد أمين بن عمر ابن عابدين، (المتوفى: 1252ھ)، ط دار احياء التراث العربي، بيروت 249/5.
56- سد الذرائع وتحريم الحيل، محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى: 751ھ).
57- شرح النقاية للبرجندي ،ط: نول كشور.
58- شرح مختصر الطحاوي ،أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي (المتوفى: 370 ھ) ط/ دار البشائر الإسلامية - ودار السراج، الطبعة: الأولى 1431ھ-2010م.
59- شرح منلامسكين على كنز الدقائق ،معين الدين الهروى، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولى، 2008ء

60- العقود الدرية في تنقيح الحامدية ،محمد أمين بن عمر ابن عابدين الشامی(المتوفى:1252ھ)،ط:المكتبة الحبيبية.

61۔ عمدۃ الفقہ ،مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ،زوار اکیڈمی پبلی کیشنز،اے ، ۴/۱۷،ناظم آباد نمبر ۴۔کراچی،اشاعت جدید:مارچ۲۰۰۸ء۔

62- فاكهةالبستان فى مسائل ذبح وصيد الطيروالحيوان ،لهاشم السندي التتوي الحارثى السندى (المتوفى1174ھ)، دار الكتب العلميه ، بيروت ، 1433ھ-الطبعه الاولى.

63- الفتاوى الهندية،لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي ط/رشيديه.

64-الفقه الاسلامي وادلته،وَهْبَة بن مصطفى الزُّحَيْلِيّ،ط/دار الفكر-سوريَّة —دمشق.

65- اللباب في شرح الكتاب ، عبد الغني بن طالب بن حمادة بن إبراهيم الغنيمي الدمشقي الميداني الحنفي (المتوفى:1298ھ)ط/دار الكتاب العربي-

66-المبسوط ،أبوعبدالله محمدبن الحسن بن فرقد الشيباني (المتوفى:189ھ) ط/إدارة القرآن والعلوم الإسلامية.

67- الموسوعة الفقهية ،وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية - ط/ دار السلاسل—الكويت-

68- المبسوط ،محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي (المتوفى: 483ھ)ط/دار المعرفة—بيروت،1414ھ-1993م-

69-مجموع الفتاوى تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام

بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى: 728هـ.

70-المحيط البرهاني،أبو المعالي برهان الدين محمود بن أحمد بن عبد العزيز بن عمر بن مَازَةَ البخاري الحنفي (المتوفى:616هـ)ط :دار إحياء التراث العربي.

71- النتف في الفتاوى أبو الحسن علي بن الحسين بن محمد السُّغْدي، حنفي (المتوفى: 461هـ)ط:دار الكتب العلمية.

72- نصاب الاحتساب ،عمر بن محمد بن عوض السَّنَامي الحنفي (المتوفى: 734هـ)ط:مكتبة الطالب الجامعي مكة المكرمة.

73- النهر الفائق ، سراج الدين عمر بن إبراهيم بن نجيم الحنفي (ت1005هـ)دار الكتب العلمية الطبعة: الأولى، 1422هـ-2002م-

74- نهاية المطلب في دراية المذهب, عبد الملك بن عبد الله بن يوسف بن محمد الجويني، أبو المعالي، ركن الدين، الملقب بإمام الحرمين (المتوفى: 478هـ)ط: دار المنهاج، الطبعة: الأولى، 1428هـ-2007م.

75- الهداية شرح بداية المبتدي, أبو الحسن برهان الدين علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني المرغيناني، (المتوفى:593ط:المكتبة الاسلامية.

لغات ومصطلحات

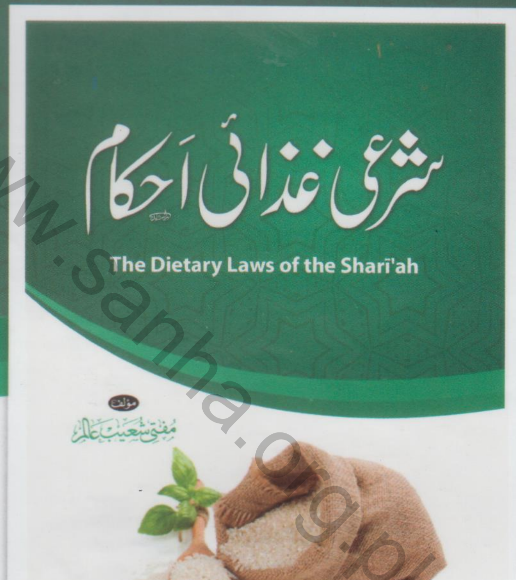
76- تاج العروس ، محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني، أبو الفيض، الملقّب بمرتضى، الزَّبيدي (المتوفى: 1205هـ)ط: دار الهدي.

77- طلبة الطلبة, عمر بن محمد بن أحمد بن إسماعيل، أبو حفص، نجم الدين

النسفي (المتوفى: 537ھ)المكتبة الشاملة-
78- الفائق في غريب الحديث والاثر:أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، الزمخشري جار الله (المتوفى:)538ط:دار المعرفة –لبنان،الطبعة الثانية -
79- القاموس المحيط, مجد الدين أبو طاهر محمد بن يعقوب الفيروزآبادى (المتوفى: 817ھ)ط :الهيئة المصرية العام،سنة الطبع:1398ھ=1978م.
80- كشاف اصطلاحات الفنون ، محمد بن علي ابن القاضي محمد حامد بن محمّد صابر الفاروقي الحنفي التهانوي-ط:مكتبة لبنان ناشرون – بيروت، الطبعة:الأولى-1996م.
81-لسان العرب، محمد بن مكرم بن على، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الأنصاري الرويفعى الإفريقى (المتوفى: 711ھ)ط:دار صادر.
82- مفردات القرآن أبو القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب الأصفهانى (المتوفى:502ھ).

رقاق ومقاصد شریعت

83- إحياء علوم الدين ، أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: 505ھ)ط:دار المعرفة،بيروت.
84- حجة الله البالغة, أحمد بن عبد الرحيم بن الشهيد وجيه الدين بن معظم بن منصور المعروف بـ «الشاه ولي الله الدهلوي» (المتوفى: 1176ھ)ط:زمزم كراتشي،بتحقيق الشيخ سعيد احمد البالن بوري.
85- الموافقات,إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الغرناطي الشهير بالشاطبي (المتوفى:790ھ)ط:دار ابن عفان،الطبعة الأولى: 1417ھ/ 1997م.



HALAAL حلال SANHA PAKISTAN

Shari'ah Research Department

SANHA Halal Associates Pakistan (Pvt) Ltd.